ماہنامہ محدّث بنارس

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا عبدالوہاب حجازی

معاون مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی — مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۴۲
جلد: ۳۰ ، شمارہ: ۶

رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

جون ۲۰۱۲ء

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳-افتتاحیہ	مدیر	۴
۴-مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ......	مولانا اسعد اعظمی	۶
۵-معجزات وکرامات اور...........	ابوالمکرّم عبدالجلیل سلفیؒ	۱۳
۶-اولاد میں بگاڑ-اسباب اور علاج	محمد انور محمد قاسم سلفی	۱۹
۷-تعویذ گنڈا	مولانا محمد اعظمی	۳۰
۸-سکھ مت	مولانا محمد مستقیم سلفی	۳۳
۹-اسلام ایک آسان دین ہے	عبدالرحیم محمد یونس	۳۷
۱۰-رب کی ابتلاء سے......	عبدالسمیع محمد ہارون سلفی	۴۱
۱۱-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۴
۱۲-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۵
۱۳-میدان محشر	سالک بستوی	۴۶
۱۴-باب الفتاوی	مولانا نورالہدی سلفی	۴۷

بدل اشتراک

- ہندوستان: 150 روپے
- بیرون ممالک: 40 ڈالر
- فی شمارہ: 15 روپے

مراسلت کا پتہ

دار التالیف والترجمہ
بی ۱۸/۱جی، ریوڑی تالاب
وارانسی - ۲۲۱۰۱۰

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

ان دوفرقوں میں سے امن کا کون زیادہ مستحق ہے اگر تم جانتے ہو؟ (سورہ انعام:۸۱)

(۷) عبداللہ سعود بن عبدالوحید

نبی کریم ﷺ کے حکم "بلغوا عني ولو آية" ''میری ایک بات بھی معلوم ہوتو دوسروں تک پہنچاؤ''، اور فليبلغ الشاهد الغائب ''جو یہاں حاضر ہے اور مجھے سن رہا ہے میری بات کو ان تک پہنچا دے جو آج حاضر نہیں ہے'' کے مطابق صحابہ کرام نے اسلام کی ہر بات کو جو آپ ﷺ سے حاصل کیا تھا امت تک پہنچایا ہے جس کو ہم قرآن مجید اور احادیث رسول کی شکل میں دیکھتے ہیں اور یہی دونوں چیزیں اسلام کو سمجھنے کے لیے اساس کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسلام کی ان دونوں اساس یعنی قرآن مجید اور احادیث رسول، اور ان کو کتابی شکل میں اکٹھا کرنا، تاریخ اسلام کا ایک منفرد زریں اور سنہری باب ہے، دنیا کے کسی بھی مذہب ودھرم کی کتاب کا اس ناحیہ سے مقابلہ نہیں ہے، یہ اسلام کی حقانیت اور اس کے آفاقی وابدی مذہب ہونے کے ثبوت کے لیے کافی ہے، مگر بہت کم لوگ اس مذہب کو اس تاریخی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں، ان دونوں اساس کو محفوظ کرنے کا انتظام اللہ تعالی نے خود فرمایا ہے، سورہ حجر آیت نمبر ۹ میں اللہ کا بیان ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ بیشک ذکر (قرآن) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سورہ قیامہ آیت نمبر ۱۶ تا ۱۹ میں محمد ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ، إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ، فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ، ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ وحی کے نزول کے وقت جب اللہ کے فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس قرآن لاتے تو آپ بھی جلدی جلدی اس کو اپنی زبان سے دہرانے لگتے تاکہ اس کو یاد کرلیں۔ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ وحی کے نزول کے وقت اپنی زبان کو حرکت مت دیجئے، یہ میرے ذمہ ہے کہ ہم اس کو (آپ کے دل میں) بٹھائیں اور آپ سے پڑھوائیں، پس جب آپ کو پڑھایا جائے تو آپ پڑھائے جانے کی اتباع کیجئے پھر اس کا بیان کرانا اور اس کی وضاحت کرانا بھی میرا کام ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان کو جس مذہب کی پابندی کی اللہ نے ہدایت دی ہے یہ اللہ کا نازل کردہ وپسندیدہ دین اسلام ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللّٰهِ الإِسْلَامُ﴾ (سورہ آل عمران:۱۹) بیشک دین ومذہب جو اللہ کے یہاں (معتبر ومقبول) ہے اسلام ہی ہے، اور اسی سورہ آل عمران آیت نمبر ۸۵ میں فرمایا: ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ اور جو شخص مذہب اسلام کے علاوہ دوسرا مذہب اختیار کرے گا وہ مقبول نہیں ہوگا اور یہ (غیر اسلامی دین ماننے والا) دوسری دنیا میں نقصان میں رہے گا۔

اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام اس کے نزول کے وقت سے کیا اور اس کو اصلی صورت میں سینے میں محفوظ کرنے اور اس کے معنی ومفہوم کو سمجھانے کی ذمہ داری بھی خود لی۔ اللہ کے حکم سے فرشتہ جب قرآن مجید آپ کے پاس لاکر پڑھ کر سناتے تو شروع میں آپ ﷺ اپنی زبان سے دہرانے لگتے۔ اللہ تعالی نے آپ کو زبان ہلانے سے منع کردیا اور فرمایا:

(بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

درس حدیث

اسبال ازار کی مذمت

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الإِزَارِ فَفِي النَّارِ.
(رواہ البخاری: ۱۰/۲۱۷)

ترجمہ: صحابی رسول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ازار کا جو حصہ ٹخنہ سے نیچے ہوگا پس وہ آگ میں ہوگا یعنی اس کی وجہ سے جسم کے اس حصہ کو آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

لباس انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے تاکہ وہ انسان کی ستر پوشی اور اس کی زینت کے کام میں آئے، قرآن کریم نے اسی مقصد کو يواري سوآتكم وريشا سے تعبیر کیا ہے۔

اسلام نے لباس کے آداب اور احکام کو بڑے شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے، کس قسم کے لباس مردوں کے لیے حرام ہیں اور لباس پہننے کے موقع پر اسے کن باتوں کا لحاظ رکھنا ہے، یہ سب باتیں بیان کردی گئی ہیں۔

مردوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ ازار، پائجامہ، پینٹ، لنگی وغیرہ ٹخنہ سے اوپر پہنیں، اگر ایک شخص ٹخنہ سے اوپر ہی لباس پہننے کا اہتمام کرتا ہے اور اس کا عادی بھی ہے، مگر اتفاقیہ طور پر کبھی کپڑا سرک کر نیچے چلا گیا اور ٹخنہ ڈھک گیا تو اس میں کوئی مضایقہ نہیں، مگر اسے اس کی فکر ہونی چاہئے کہ ٹخنہ سے اوپر ہی اس کا لباس ہو اور متنبہ ہونے کے بعد فوراً وہ اپنے کپڑے کو اونچا کرے۔

اوپر ذکر کی گئی حدیث میں ان لوگوں کے لیے شدید وعید ہے جو ٹخنہ سے نیچے کپڑا پہنتے ہیں اور اس وعید کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے، اس لیے کہ جہنم میں جلائے جانے کی وعید ہے اور اگر کوئی تکبر کی وجہ سے ایسا کرتا ہو تو اس کے لیے وعید اور سخت ہے اور وہ زیادہ بڑا گناہ ہے، قیامت کے دن نہ اللہ اس کی طرف دیکھے گا، نہ اس سے گفتگو فرمائے گا، نہ اس کا تزکیہ فرمائے گا اور اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (صحیح مسلم ح ۱۰۶)

ایک صحابی رسول حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کو آپ نے اس بات کی نصیحت فرمائی کہ اپنا ازار آدھی پنڈلی تک اونچا کرو اور اگر ایسا نہیں کرتے تو ٹخنہ تک یعنی اس کے اوپر تک کپڑا پہنو اور اسبال ازار یعنی ٹخنہ سے نیچے کپڑا پہننے سے بچو، فإن ذلك من المخيلة۔ ایسا کرنا تکبر کی بات ہے اور اللہ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔ (سنن ابی داود ح ۴۰۸۴)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مردوں کو کپڑا ٹخنہ سے نیچے نہیں پہننا چاہئے، ٹخنہ کھلا ہی ہونا چاہئے، اور کسی کے دل میں یہ بات نہ ہو کہ یہ ممانعت ان لوگوں کے لیے جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور جو تکبر کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے ان کے لیے نہیں، اس لیے کہ حضرت جابر بن سلیم کی روایت میں اسبال ازار کو ہی تکبر کی بات اور علامت قرار دیا گیا ہے اور اللہ کا بندہ تکبر کی علامت کو کیونکر اختیار کرے اور ان لوگوں کی مشابہت کیوں اپنائے جو اپنے لباس کی وجہ سے سخت وعید کے مستحق بن رہے ہیں، بلکہ رسول کا حکم اور اس کی سنت ہی ہمارے لیے نمونۂ عمل اور محبوب ہونی چاہئے۔ ☆☆

افتتاحیہ

مسلم معاشرہ کے نزاعات اور صلح کی کوششیں

انسانی معاشرت میں باہمی مسائل اور نزاعات کا پیدا ہونا طبعی امر ہے، اور صلح کی کوششوں سے معاشرہ امن کی طرف لوٹ کر تعمیری کاموں میں لگ جاتا اور انسانیت کے لیے باعث سعادت ہوتا ہے، مسلم معاشرہ بھی اپنے پاکیزہ امتیازات وخصائص کے باوجود نزاعات کا شکار ہوجاتا ہے، ایسے میں صلح کی مخلصانہ کوششیں اسے اپنی اصل کی طرف لوٹا سکتی ہیں اور بدامنی کی پگڈنڈیوں پر چلنے سے محفوظ رکھ سکتی ہیں، معاشرہ کی اصلاح پسند طاقتوں کی سردمہری اور سکوت سے نزاعات قابو سے باہر ہوتے جاتے ہیں اور معاشرہ میں خلل انداز قوتوں کے پنجے گاڑنے کے راستے ہموار ہونے لگتے ہیں اور اس سے بدامنی کی شاہراہیں کھلنے کے اندیشے بڑھنے لگتے ہیں، افسوس! آج مسلم معاشرہ مسائل ونزاعات کی مصیبتوں سے کراہ رہا ہے، مادہ پرستی ذوی الارحام میں سنگ دلی اور دوری پیدا کررہی ہے، عام افراد مسلم کی دوریاں اور بیزاریاں اجنبیت کے تاریک جنگلوں کا سماں پیدا کررہی ہیں، جب کہ ہمارے معبود برحق اللہ جل شانہ نے اپنی آخری آسمانی کتاب قرآن مجید میں اور ہمارے نبی برحق خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنی سیرت وحدیث میں ان مسائل ونزاعات کا علاج صاف صاف بتا اور کرکے دکھادیا ہے، ظاہر ہے کہ موجودہ حالات میں ان مسائل کو سمجھنا اور انہیں سلجھانا معاشرہ کی مخلص صلح پسند قوتوں ہی کا کام ہے، اور ان کے فرائض حیات میں سے ہے، ان سے پہلوتہی اور سکوت سکوت مجرمانہ کا روپ اختیار کرسکتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صلح کی تاکید نزاعی معاملات میں اس طرح فرمائی ہے:

﴿وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ، إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾. (الحجرات:۱۰)

اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو تم لوگ ان میں صلح کراؤ، پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر چڑھ دوڑے تو تم سب باغی گروہ سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے، پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں گروہوں میں عدل وانصاف کے ساتھ صلح کراؤ، اللہ یقیناً انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، بے شبہ مومن لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا تم لوگ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم لوگوں پر رحم کیا جائے۔

متفق علیہ حدیث میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ (قباء میں رہنے

والے) بنوعمرو بن عوف کے خاندانوں میں نزاع پیدا ہوگیا، رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے ساتھ ان میں صلح کرانے کے لیے نکلے، وہاں آپ کو کچھ رکنا پڑا اور نماز کا وقت آ گیا، ادھر بلال ؓ حضرت ابوبکر ؓ کے پاس آئے اور بولے اے ابوبکر! رسول اللہ ﷺ تو قباء میں رک گئے اور نماز کا وقت ہو چکا ہے، کیا آپ لوگوں کی امامت کریں گے، حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا: ہاں اگر تم چاہتے ہو، چنانچہ بلال نے نماز کی تکبیر کہی، اور ابوبکر ؓ آگے بڑھے، تکبیر تحریمہ کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کہی، اتنے میں رسول اللہ ﷺ صفوں کے درمیان چلتے ہوئے تشریف لائے اور ایک صف میں کھڑے ہوگئے (ابوبکر کو بتانے کے لیے) لوگوں نے تالیاں بجانی شروع کردیں، ابوبکر ؓ نماز میں ادھر ادھر متوجہ نہیں ہوتے تھے، لیکن بکثرت تالیاں بجانے کی وجہ سے متوجہ ہوگئے اور رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا، رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کو اشارہ فرمایا کہ (نماز جاری رکھو) لیکن ابوبکر نے اپنا ہاتھ اٹھایا، اللہ کی حمد بیان کی اور الٹے پاؤں پیچھے پلٹ کر صف میں کھڑے ہوگئے، پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا لوگو یہ کیا بات ہے کہ جب نماز میں تمہیں کوئی نئی بات پیش آتی ہے تو تالیاں بجاتے ہو، تالی بجانے کا حکم عورتوں کے لیے ہے، لہذا جب نماز میں کوئی چیز پیش آئے تو سبحان اللہ کہنا ہے، اس لیے کہ جو سبحان کہتے سنے گا متوجہ ہوجائے گا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر جب میں نے اشارہ کردیا تھا تو تم لوگوں کی امامت سے کیوں رک گئے، ابوبکر ؓ نے فرمایا: رسول اللہ کی موجودگی میں ابوقحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کے لیے مناسب نہیں کہ لوگوں کی امامت کرائے۔

اس حدیث میں بہت سے مسائل واحکام کے ساتھ اصل محل شاہد نبی اکرم ﷺ کا نزاع کی اطلاع ملتے ہی صلح کے لیے پہونچنا ہے۔

ایک اور متفق علیہ حدیث میں مذکور ہے: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دروازے پر دو جھگڑنے والوں کی بلند آوازیں سنیں، ان میں سے ایک قرض میں کچھ کمی اور نرمی کا مطالبہ کررہا تھا، دوسرا کہہ رہا تھا واللہ میں ایسا نہیں کروں گا، اتنے میں رسول اللہ ﷺ نکل کر ان دونوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہاں ہے وہ شخص جو اللہ پر قسم کھا رہا ہے کہ نیکی نہیں کرے گا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ میں ہوں (آپ ﷺ کے اس فرمان کے بعد) میرے قرض دار کو اختیار رہے اسے جو پسند ہو کرے (قرض کم کرالے یا مہلت لے لے)۔

آج مسلم معاشرہ میں نزاعات کی بے شمار شکلیں موجود ہیں، کوئی انہیں ختم کرنے والا نہیں، ظلم اور حق تلفی بڑھ رہی ہے، قربتیں دوریوں میں تبدیل ہورہی ہیں، اللہ ورسول کی تعلیمات زریں کاغذ کے اوراق میں دبی جارہی ہیں، حالانکہ ہماری سچی زندگی انہیں تعلیمات کی زندگی سے وابستہ ہے۔

☆☆☆

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

تاثرات

(قسط:۲۳) **مولانا اسعد اعظمی/ استاذ جامعہ سلفیہ**

دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف لانے والے علما واکابرین کے کچھ تاثرات یہاں ذکر کیے جاتے ہیں جو انہوں نے مدرسہ کے رجسٹر معائنہ میں درج فرمائے تھے۔اول الذکر چار تاثرات کے راوی مولانا عبدالغفار حسن رحمانی ہیں۔

☆ **مولانا ابوالکلام آزاد:**

مولانا آزاد مرحوم جب رحمانیہ میں تشریف لائے، ۱۹۲۷ء تھا، رحمانیہ کے رجسٹر پر انہوں نے حسب ذیل تبصرہ تحریر فرمایا:

''عمارت معقول ہے، مصارف کا کافی انتظام ہے، مدرسہ میں طلبہ کے قیام کا بھی انتظام ہے، تقریبا ۷۵/طلبہ مقیم ہیں، جن کے تمام مصارف کا متکفل مدرسہ ہے اوران کی ضروریات کا سیر چشمی کے ساتھ انتظام کیا جاتا ہے۔مدارس عربیہ کی عام سروسامانیاں دیکھتے ہوئے یقیناً یہ صورت حال نہایت مغتنم ہے''۔(۱)

☆ **مولانا عبدالقادر قصوری (سابق صدر خلافت پنجاب ونائب صدر مجلس مرکزیہ ہند)**

مولانا موصوف ۱۷/محرم ۱۳۴۴ھ کو رحمانیہ میں تشریف لائے، آپ نے اپنے تاثرات رحمانیہ کے بارے میں حسب ذیل عبارت کی صورت میں تحریر فرمائے:

''میں نے آج درسگاہ کا معائنہ کیا، بحمداللہ مدرسہ ہذا تمام انتظامات مکان، رہائش اور خوردونوش کے لحاظ سے نہایت اعلی پیمانے پر ہے، طلبہ نے میرے سامنے تقاریر کیں اور ادیان غیر اسلامی کے مقابلے میں دین اسلام کی صداقت کو عقلا ونقلا ثابت کیا۔یقیناً طلبہ میں ملکہ تحریر وتقریر وتبلیغ کی مدد کرنے کی سعی نہایت قابل تحسین ہے''۔(۲)

☆ **مولانا سید عبداللہ صاحب خلف الرشید مولانا عبداللہ صاحب غزنوی:**

منشی فاضل مولوی فاضل، ممتحن السنۃ شرقیہ پنجاب وصوبہ سرحد

وہ تحریر فرماتے ہیں:

''آج پندرہ سال کے بعد مجھے دہلی آنے کا اتفاق ہوا، سب سے بہتر وزیادہ خوش کن، مسرت افزا وایمان تازہ کن بات جو یہاں میں نے دیکھی وہ مدرسہ رحمانیہ کی رونق ہے، نہ صرف رونق بلکہ بلڈنگ، عمارت مدرسہ نہایت شاندار، صحت افزا

(۱) مولانا عبدالغفار حسن رحمانی: حیات وخدمات، ص:۸۲۔

(۲) ایضا، ص:۹۳۔

وفراخ کمرہ جات، طلبہ میں باقاعدگی وحاضری وغیرہ تمام امور نہایت عمدہ اور موزوں وقابل تعریف ہیں۔ اعلی مدرس ونیز دیگر جماعت کے علما وفضلا نیک سیرت دیکھنے میں آئے''۔ تاریخ آمد ۲۵؍دسمبر ۱۹۳۰ء۔ (۱)

☆ **مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی رحمۃ اللہ علیہ**

مولانا موصوف ۲۹؍دسمبر ۱۹۳۱ء رحمانیہ میں تشریف لائے، رحمانیہ کے بارے میں آپ کے تاثرات یہ ہیں:

''مدرسہ رحمانیہ کے دسویں سالانہ جلسے میں میں نے بھی شرکت کی، مجھے مدرسہ کی عمارت اور اس کی انتظامیہ دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی اور میں اس بات کے کہنے میں مطلقا مبالغہ نہیں سمجھتا کہ سارے ہندوستان میں اہل حدیث کا قابل فخر بھی ایک مدرسہ ہے، جسے صحیح معنوں میں مدرسہ کہنا چاہیے، نتیجہ امتحان مجموعی طور پر بہت اچھا رہا، خدا اس مدرسے کو تا ابد قائم رکھے''۔ (۲)

☆ **مولانا ابو یحییٰ خاں نوشہروی**

(۱) موصوف اپنی مشہور زمانہ تالیف ''تراجم علمائے حدیث ہند'' میں ایک جگہ حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''دارالحدیث رحمانیہ کے بانی شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن روسائے دہلی سے ہیں، شیخ عبدالرحمٰن صاحب کا ۱۹۲۱ء میں انتقال ہوگیا، اور شیخ عطاء الرحمٰن صاحب سایہ افگن ہیں۔ (خدا عمر میں اور ترقی بخشے)

یہ دارالحدیث ۱۳۳۹ھ میں قائم ہوا، اس کے تمام مصارف صاحب مہتمم کے ذمہ ہیں، ایک عمارت جدید التعمیر ہے باڑہ ہندو رائے میں، جس میں دارالتعلیم اور دارالاقامہ علیحدہ علیحدہ ہیں، طلبہ کے خورد ونوش کا ذمہ دار مدرسہ ہے اور کھانا عمدہ ملتا ہے، اساتذہ کی تنخواہوں کا معیار بلند ہے کہ شیخ الحدیث کو نوے روپے ماہانہ پیش ہوتے ہیں (وقس علی ہذا)، ایک وقت میں بقدر (۸) کے اساتذہ، اور طلبہ جس قدر آسکیں، مدت نصاب آٹھ سال، نصاب درس نظامی بمعہ حدیث وتفسیر، یعنی موجودہ حالت میں بلند تر ہے، مدرسہ کا ایک ماہانہ رسالہ محدث ہے، جو بلا طلب قیمت شائقین کی خدمت میں صرف صرفہ ڈاک ۴؍ (آنے) پر جاری ہوتا ہے۔ (۳)

(۲) مولانا نوشہروی ''جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات'' میں ص ۱۲۸-۱۲۹ پر رحمانیہ کے تعارف میں کیفیت والے خانے میں لکھتے ہیں:

دارالحدیث رحمانیہ؟ / اس وقت ہندستان میں جماعت اہل حدیث کے ۳؍ایسے مدرسے ہیں جنہیں مدارس کے موجودہ پیمانے کے مطابق کالج کہنا چاہئے/ (۱) دارالحدیث رحمانیہ/ (۲) مدرسہ احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ/ (۳) دار السلام عربیہ عمرآباد مدراس/ تلامذہ بیک وقت ۸۰-۹۰، / مدت نصاب ۸ سال/ جملہ مصارف تنخواہ وطعام طلبہ وغیرہ کے کفیل صرف صاحب مہتمم/ رحمانیہ کا ماہوار رسالہ بنام محدث بھی ہے/ اور حاجی عبدالرحمٰن مرحوم کے بعد اس کے مالک شیخ عطاء الرحمٰن

(۱) ایضا، ص: ۹۳-۹۴۔ (۲) ایضا، ص: ۹۴۔

(۳) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۱۷۳، حاشیہ نمبر (۱)

صاحب ہیں۔

(مختلف دور کے کالم میں لکھتے ہیں: شروع سے لے کر اب تک ایک ہی شان پر) (۱)

☆ **مولانا ثناء اللہ امرتسری:**

مولانا لکھتے ہیں:

میں آج اتفاقیہ مدرسہ رحمانیہ میں گیا، طلبہ کی عربی اردو تقریریں سنیں، امید افزا ہیں، مدرسین کی محنت سے مزید امید ہے، خدا اس کے بانی ومربی کو جزائے خیر دے اور ان کے صدقہ جاریہ جاری رکھے۔ واللہ علی کل شيء قدیر۔ (۲)

خادم ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

۸؍رجب ۵۱ھ ۸؍نومبر ۳۲ء

☆ **مولانا فضل الرحمٰن غازی پوری پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی**

مولانا موصوف نے رحمانیہ کے بارے میں اپنے تاثرات حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمائے:

''مجھے دارالحدیث رحمانیہ دہلی کو آج چار سال کے بعد دیکھنے کا اتفاق ہوا، میری عرصے سے یہ رائے ہے کہ مدرسہ اس وقت اپنی متعدد خصوصیات کے لحاظ سے ہندوستان میں اہل حدیث کا بہترین دینی مدرسہ ہے، اس کی عالی شان وسیع عمارت، لائق مدرسین، محنتی و پابند شرع طالب علم اور اچھے انتظام کو دیکھ کر میرے دل میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں''۔ (۳)

☆ **علامہ محمد شوئل قاضی القضاۃ مدینہ طیبہ:**

علامہ محمد شوئل قاضی القضاۃ مع علامہ شیخ محمد زیدان مدرس مدرسہ سعودیہ مدینہ منورہ نومبر ۱۹۳۳ء کو دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف لائے۔ طلبہ رحمانیہ نے آپ کے خیر مقدم کے لیے شاندار جلسہ منعقد کیا، جس میں چند طلبہ نے عربی میں خیر مقدمی قصیدے پڑھے اور برجستہ تقریریں کیں اور قاضی صاحب نے بھی فرقہ ناجیہ پر ایک بصیرت افروز روح پرور تقریر فرمائی اور مکتبہ وغیرہ کا معائنہ کیا۔ ان تمام اثرات سے متاثر ہو کر قاضی صاحب نے ایک تحریر رجسٹر معائنہ پر ثبت فرمائی جس کے اہم اور ضروری اقتباسات درج ذیل ہیں، طویل تمہید کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

"وبعد، نظرنا مكتبة المدرسة متفقدين خزائنها ناظرين في كتبها، والله لقد ألفيناها مكتبة مفيدة وحاوية كل ما يحتاجه الطالب".

اس کے بعد خیر مقدمی جلسہ کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:

(۱) جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات، ص: ۱۲۸-۱۲۹۔

(۲) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵؍جنوری ۱۹۳۳ء، ص: ۱۲۔

(۳) مولانا عبدالغفار حسن، ص: ۹۸۔

"فألقى قصيدة مدح جللني العرق عند سماعها، كيف لا وأنا الظليع الذي لا يصلح لي الوقوف موقف الضليع، وذلك بعد قراء ة آخر سورة البقرة مفتتحا بها الاحتفال، ثم تقدم أحد الطلبة فألقى خطابا ارتجاليا أتى فيه على تاريخ المدرسة الرحمانية ومنزلتها التي حازتها وفوائدها التي قدرها على طلبتها، والله لست أهلا لما تضمنه ذلك الخطاب مما أتى فيه صاحبه من عجب العجائب.

خاتمۂ کلام پرفرماتے ہیں:

إني أقول والحق أقول: إن هذه المدرسة خير ملجأ في هذه الديار، يجد فيها طالب العلم الصحيح حاجته، ويسد منها مريد الدين الخالص خلته، فاللهم احفظ عطاء الرحمن وأطل عمره. (۱)

☆ **مولانا عبدالعزیز میمنی (سابق پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ):**

موصوف نے اپنے تاثرات عربی زبان میں اس طرح ثبت فرمائے ہیں:

"كنت أسمع بالمدرسة الرحمانية منذ بنايتها، ولكن لم تسمح لي الظروف بزيارتها، وقمت لها بإشارة صديقي الأستاذ الحميد محمد الجوناكرهي، فإذا بالأساتذة والطلبة قد احتفلوا بي، وقرطوا مسامعي بخطاباتهم المرتجلة وخطبهم بالعربية والأردية والبنجالية والبنكالية، كما قال أبوالطيب: تجمع فيه كل لسن وأمة، فما تفهم الحداث إلا التراجم. فسرّني كل ما رأيت وما سمعت من دين وأدب ومعرفة، وزاد اغتباطي أن يكون بربوع الهند مدارس تربى النشء، وتعني بحالهم، وتبذل لهم جهودها كهذا، وإني كنت أسمع كثيرا إلا أن رؤيا العين قد رَبَت على كل وصف وجلت عن كل بيان كما قال:

كانت مسائلة الركبان تخبرني
عن أحمد بن داود أطيب الخبر
حتى التقينا فلا والله ما سمعت
أذني بأحسن ما قد رأى بصري

وما هذا إلا غيرة المسلم الغيور التاجر الصدوق الأمين عطاء الرحمن، فإنه جنٰى ثمر ما غرسه في هذه الحياة، وذلك أنه لا نهمة له ولا غرض إلا أن تراه محفوفا لمحاويج الطلبة كاب رحيم، يقضي حاجتهم، ويقتنى بما يصلح شؤونهم، فجزاه الله عن الإسلام خيرا، فإنه غريب في

(۱) مولانا عبدالغفار حسن......ص:۱۰۰-۱۰۱۔

هذه الاعصار بمثل هذه الديار، وكثر الله من أمثاله، وهو ولي ذلك.“

العاجز: عبد العزيز الميمني، بجامعة على گڈھ
عضو المجمع العلمي العربي بدمشق
٦ / رجب ١٣٥١ ھ = ٦ / نومبر ١٩٣٢ء (١)

☆ **شیخ محمد فؤاد مصری، مدرس مدرسۃ المعلمین بغداد:**

موصوف لکھتے ہیں:

”كان لزيارتي للمدرسة الرحمانية (دار الحديث) رنة فرح في قلبي لا يمحى أثرها وبهجة في فؤادي لا أستطيع إخفاء ها، وأي شيء أجزل للقلب وأشمى للنفس وأحب للسمع من رؤية معهد ديني يعمل على رفع شعائر الدين، لا تأخذ في لومة لائم، لا تستولي عليه الأهواء ولا تسلك عليه الأباطيل، ولا يعرف إلا الطريق الواضحة طريق الله وطريق رسوله. وكذلك سرني جدا الخدمة الجليلة والمجهود العظيم الذي يقوم به حضرة ناظم المدرسة، فإنه ما ادخر قوة ولا ترك فرصة إلا وكان سباقا لاغتنامها فيما يعود على المدرسة بالخير العميم والفائدة المرجوة، وكذلك سرني أن أنوه بالراحة التامة التي يلقاها الطلبة وحسن المعاملة من ناظم المدرسة شيخ عطاء الرحمن من رؤساء دهلي، الأمر الذي دعاني أن أتمنى أن يكثر الله من أمثاله، وأن تدوم أيامه حتى لا يحرم الناس من ثمراته. وقبل أن أختم كلمتي فإني أشكر الطلبة الذين يقومون بواجبهم خير قيام، وأرجو للمدرسة رقيا عاجلا وتقدما سريعا في ظل حفظ ناظمه ورئيس أساتذتها وإخوانه، وأدعو لهم بالتوفيق.

محمد فؤاد مصري، نزيل الهند
المدرس بمدرسة المعلمين، بغداد
١٠ / رجب ٥١ ھ ١٠ / نوفمبر ٣٢ء (٢)

☆ **مولانا اعزاز علی صاحب، استاذ الادب، دارالعلوم دیوبند:**

مولانا موصوف ۱۹/محرم ۱۳۵۳ھ کو رحمانیہ میں تشریف لائے، انہوں نے عربی زبان میں مدرسہ کے بارے میں اپنے تاثرات قلم بند کیے، ان کی تحریر حسب ذیل ہے:

”إني قد دخلت بهذه المدرسة المسماة باسم صاحبها الرحمانية، ودعاني إليها أعز أحبائي

(۱) ایضا، ص: ۹۵، واخبار محمدی، دہلی: ۱۵/جنوری ۱۹۳۳ء، ص: ۱۲۔
(۲) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵/جنوری ۱۹۳۳ء، ص: ۱۲۔

عبد الغفور سلمه، فتشرفت برؤية هذه المدرسة وأساتذتها وطلابها، ثم إن بعضا منهم أنشد أشعارا رائعة بديعة بالعربية والفارسية والأردية، وأيضا خطب أحد منهم وكان موضوعه الرد على الفرقة المسماة بالقرآنية، وكانت خطبة حسنة مفيدة للضُلَّال وهادية إلى مدارج الفضل والكمال. اللهم اجعله هاديا مهديا". (۱)

☆ **مولانا ابوالفضل عبدالسمیع مبارکپوری:**

مولانا نے تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ کے آخر میں صاحب تحفہ کے حالات تحریر فرمائے ہیں، اسی ضمن میں مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" …… وقد اشتهرت هذه المدرسة في أيام قليلة حتى أصبحت من أشهر المجاميع العلمية، ينثال إليها الطلبة من جميع بلاد الهند ومدنها، ومن العرب وأفغانستان وكاشغر وتبت وبخارى وسماترا وغيرها من الممالك الإسلامية ..". (۲)

منظوم تاثرات

☆ **مولانا عبدالحلیم ناظم صدیقی رحمانی (سابق استاذ دارالحدیث رحمانیہ ومدیر رسالہ محدث):**

دارالحدیث رحمانیہ

گلشن رحمانیہ اے نو بہار مقتدر — مرحبا! کس شان سے عالم میں تو جلوہ گر
تو نے ایسے سیکڑوں پیدا کیے لعل وگہر — جن کے علم وفضل سے خیرہ ہے دنیا کی نظر
کامیابی چومتی ہے فخر سے تیرے قدم — قابل صد آفریں ہے یہ تیرا جاہ وحشم
ایسی راحت، ایسی شفقت اور پھر علمی کمال — واقعی ''رحمانیہ'' ہے درسگاہ بے مثال

بالیقیں ، ناظم ہے یہ دار الحدیثی شاہراہ
ہند میں بتلائے مجھ کو کوئی ایسی درسگاہ (۳)

☆ **جناب محمد ایوب ناعم الہ آبادی:**

دارالحدیث رحمانیہ کے جلسہ منعقدہ ۲۷/اکتوبر (۱۹۳۳ء) میں پڑھی گئی نظم:

افزوں یہ انجمن کا ہے دور بہار آج — جھوکے نسیم شوق کے ہیں خوشگوار آج

---

(۱) مولانا عبدالغفار حسن……،ص:۹۷۔ (۲) مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۲/۵۳۷۔

(۳) اخبار محمدی، دہلی ۱۹۳۸ء۔

ہر حیثیت سے بزم خطابت میں ہے عروج — زیبا ہے ہم کو جتنا کریں افتخار آج
ہر فرد ہم میں اس طرح محو سرور ہے — گویا چمن میں عام ہے ذوق خمار آج
یہ بھی ہے اک دلیل شباب بہار کی — ہر سو سے آرہی ہے جو بانگ ہزار آج
..ت جو آگے دیکھے حسن فروغ بزم — ہو جائے وہ بھی شوق سے حرف نثار آج
روشن جہاں میں ہے جواے دارالحدیث تو! — ہر شخص تجھ پہ گرتا ہے پروانہ وار آج
یارب ابد تلک یہی اس کا سما رہے — منظر جو آرہا ہے نظر خوشگوار آج
تیرے فیوض سے نہیں ناآشنا کوئی — عالم میں مثل شمس ہے تو آشکار آج
آرائش چمن کی بہاروں کو دیکھ کر — حساد رنج وغم سے ہیں سینہ فگار آج

در اصل یہ بھی حضرت ناظم کا فیض ہے
ناعم کا شاعروں میں جو ہے اب شمار آج (۱)

(محمد ایوب ناعم انصاری الہ آبادی)

☆ **جناب محمد ہارون الرشید ارشد رحمانی:**

قصیدہ در مدحت مدرسہ رحمانیہ دہلی

گلستان علم وفن رحمانیہ ہے شادماں — محفل علمی ہے، غنچے اور گل ہیں جمع یاں
کیوں نہ ہو جب رحمتوں کی چھا گئی ہو بدلیاں — سچ تو یہ رب تعالی بھی ہو اس پر مہرباں

اے خدا باد خزاں راکن برائے او نسیم
ناز گلہائے محبت می شود جاری شمیم

گلستان علم وفن رحمانیہ بڑھتا رہے — دہر میں گو انقلاب آیا کرے جایا کرے
اس کے دشمن گو جلیں جلتے رہیں بھنتے رہیں — رحمتوں کی بارشیں اس پر خدا کرتا رہے

ایں چنیں مکتب نمی آرد جہانے در جہاں
درمیاں گفتن وکردن تفاوت ہست داں (۲)

(محمد ہارون الرشید ارشد رحمانی)

☆☆☆

(۱) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵؍نومبر ۱۹۳۳ء، ص: ۴۔
(۲) ایضا، ۱۵؍جنوری ۱۹۳۳ء، ص: ۱۲۔

معجزات وکرامات اور شیطانی احوال
مقاصد، فرق اور چند نمونے

تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ترجمہ: ابوالمکرّم عبدالجلیل سلفی رحمہ اللہ

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی یہ وقیع تحریر عقیدہ کے ایسے اہم مسئلہ سے متعلق ہے جس کے بارے میں ضعیف العقیدہ افراد گمراہی کے شکار ہیں، ایک طرف تو اولیاء کی کرامتوں کی حقیقت اور ان کا مقصد سمجھنے کے بجائے محض کرامتوں کی وجہ سے ان کی شان میں غلو کرجاتے ہیں تو دوسری طرف احوال شیطان کو بھی وہ کرامت سمجھ بیٹھتے ہیں اور ڈھونگیوں کے ہاتھوں اپنے ایمان کا سودا کر لیتے ہیں۔ اللہ مسلمانوں کے صحیح عقیدہ کی حفاظت فرمائے، آمین۔ (ع م)

اللہ تعالی کے محبوب اولیاء کی کرامتیں دراصل دین کی حجت یا مسلمانوں کی کسی ضرورت کے لیے ظاہر ہوتی ہیں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے معجزات کا ظہور ہوتا تھا۔

اولیاءاللہ کی کرامات رسول اللہ کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوتی ہیں، اس لیے درحقیقت یہ بھی رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں شامل ہیں، مثلاً چاند کا دوٹکڑے ہوجانا، آپ کے دست مبارک میں کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، درخت کا اپنی جگہ سے چل کرآنا، کھجور کے تنے کا آپ کے سامنے رونا، معراج کی رات آپ کا بیت المقدس کا وصف بتانا، ماضی اور مستقبل کے واقعات کی خبر دینا، قرآن کریم کا لانا، متعدد مرتبہ کھانا اور پانی کا زیادہ کردینا، جیسا کہ ام سلیم کی مشہور حدیث میں ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر آپ نے کھانے کی ایک دیگ سے پورے لشکر کو پیٹ بھر کر کھلا دیا اور کھانا بھی کم نہ ہوا، اسی طرح غزوہ خیبر کے موقع پر پانی کی ایک مشک سے پورے لشکر کو سیراب کردیا اور پانی جوں کا توں باقی رہا، اور تبوک کے سال تھوڑے سے کھانے سے پورے لشکر کے برتن بھر دیئے اور کھانا اپنی مقدار سے کم نہ ہوا جبکہ لشکر کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی، اسی طرح متعدد بار آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اتنا پانی نکلا کہ آپ کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب کے لیے کافی ہوگیا، جیسا کہ غزوہ حدیبیہ کے موقع پر ہوا، جبکہ لوگوں کی تعداد چودہ سو یا پندرہ سو تھی، اسی طرح جب حضرت قتادہ کی آنکھ نکل کر ان کے رخسار پر آگئی تو آپ نے اسے واپس لوٹا دیا اور پہلے سے اچھی ہوگئی اور جب آپ نے محمد بن مسلمہ کو کعب بن اشرف یہودی کے قتل کے لیے بھیجا اور گرجانے کی وجہ سے ان کا ایک پیر ٹوٹ گیا تو آپ نے ان کے پیر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور وہ اچھا ہوگیا، اور ایک بکری کے کلیجہ سے ایک سوتیس (۱۳۰) لوگوں کو کھلایا، ان میں سے ہر ایک کے لیے ایک ٹکڑا کاٹا اور پھر اس ٹکڑے کے دو حصے کردیئے، یہاں تک کہ سب نے پیٹ بھر کر کھالیا اور گوشت بھی باقی بچ رہا، اور حضرت عبداللہ (بن عمرو بن حزام انصاری) پر

یہودی کا تیس وسق قرض ادا کیا، حضرت جابر سے کہا کہ قرض خواہ (یہودی) سے کہو کہ قرض کے عوض سارا کھجور لے لے، لیکن قرض خواہ راضی نہ ہوا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ان کھجور کے درمیان چلے، پھر حضرت جابر سے کہا کہ اس کے لیے کھجوریں کھاٹ دو، چنانچہ اسے تیس وسق کھجوریں دے دیں اور سترہ وسق کھجور باقی بھی بچ گئی، اور ان کے علاوہ بھی بے شمار واقعات ہیں، اس طرح کے رسول اللہ ﷺ کے تقریبا ایک ہزار معجزے جمع کئے گئے ہیں۔

صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین اور دیگر صالحین کی کرامات بھی بہت ہیں، مثال کے طور پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سورہ کہف کی تلاوت کر رہے تھے کہ آسمان سے بادل کے سائبان جیسی ایک چیز اتری جس میں لگتا تھا کہ چراغ روشن ہیں، یہ فرشتوں کی جماعت تھی جو ان کی تلاوت سننے کے لیے اتری تھی، اسی طرح عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرشتے سلام کرتے تھے، سلمان اور ابودرداء رضی اللہ عنہما ایک برتن میں کھا رہے تھے تو وہ برتن تسبیح پڑھنے لگا یا برتن میں جو کھانا تھا وہ تسبیح پڑھنے لگا، اور عباد بن بشر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما ایک تاریک رات میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے نکلے تو ان کے تازیانے کا کنارہ روشن ہو گیا اور جب ان دونوں کا راستہ الگ ہوا تو ان کے ساتھ ہی روشنی بھی منقسم ہوگئی، اس واقعہ کو امام بخاری وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔

اسی طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیحین میں مذکور ہے کہ وہ تین مہمان اپنے ساتھ گھر لے گئے اور جب کھانا کھانے لگے تو جو لقمہ کھاتے اس کے نیچے کھانا بڑھ کر اس سے زیادہ ہو جاتا، یہاں تک کہ وہ سب شکم سیر ہو گئے اور کھانا بھی پہلے سے زیادہ ہو گیا، جب ابوبکر صدیق اور ان کی اہلیہ نے دیکھا کہ کھانا تو پہلے سے زیادہ ہو گیا ہے تو حضرت ابوبکر نے وہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس پیش کر دیا، چنانچہ بہت زیادہ لوگ آئے اور سب نے آسودہ ہو کر کھانا تناول کیا۔

عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے تو لوگوں نے ان کی لاش تلاش کی مگر نہ مل سکی، کیونکہ ان کے قتل ہوتے ہی ان کی لاش اٹھا لی گئی، عامر بن طفیل نے ان کی لاش اٹھتے ہوئے دیکھا، عروہ کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو فرشتوں نے دفن کیا۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا ہجرت کی راہ میں نکلیں تو ان کے پاس نہ توشہ تھا نہ پانی، اور قریب تھا کہ پیاس کی شدت سے ہلاک ہو جاتیں، وہ روزہ سے تھیں، جب افطار کا وقت ہوا تو اپنے سر کے اوپر کوئی آہٹ محسوس کی، سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک سفید لوٹا لٹک رہا ہے، چنانچہ انہوں نے اس لوٹے سے آسودہ ہو کر پانی پیا اور پھر زندگی بھر انہیں پیاس نہیں محسوس ہوئی۔

حضرت زنیرہ کو اسلام لانے کی پاداش میں اللہ کی راہ میں عذاب دیا گیا لیکن انہوں نے اسلام نہیں چھوڑا، ان کی بینائی بھی چلی گئی، مشرکین نے کہا کہ لات اور عزی نے ان کی آنکھ لے لی ہے، انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! ہرگز ایسی بات نہیں، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی بینائی واپس کر دی۔

علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بحرین میں رسول اللہ ﷺ کے گورنر تھے، وہ (یاعلیم، یاحلیم، یاعلی، یاعظیم) کہہ کر دعا کرتے اور ان کی دعا قبول ہو جاتی، ایک مرتبہ ان کے ساتھیوں کے پاس پانی نہیں تھا تو انہوں نے ان کے پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی کی دعا کی اور یہ کہ ان کے بعد پانی باقی نہ بچے، چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی، اسی طرح جب ان کے سامنے سمندر حائل ہو گیا اور وہ اپنے گھوڑے بڑھانے سے قاصر رہے تو انہوں نے اللہ سے دعا کی اور ان کے سارے ساتھی سمندر پار کر گئے اور

ان کے گھوڑوں کی زینیں بھی نہ بھیگیں، انہوں نے اللہ سے یہ بھی دعا کی کہ ان کے انتقال کے بعد لوگ ان کا جسم نہ دیکھیں، چنانچہ قبر میں ان کی لاش نہیں پائی گئی۔

صلہ بن اشیم - رحمۃ اللہ علیہ - کا گھوڑا جہاد کے دوران مرگیا، انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے اوپر کسی مخلوق کا احسان نہ ڈال، اور انہوں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے اس گھوڑے کو زندہ کردیا، جب وہ گھر واپس لوٹے تو اپنے بیٹے سے کہا کہ گھوڑے کی زین لے لو کیونکہ گھوڑا عاریت ہے، ان کے بیٹے نے گھوڑے کی زین اتاری اور گھوڑا مرگیا۔ ایک مرتبہ آپ کو اہواز (شہر) میں بھوک لگی تو آپ نے اللہ عزوجل سے دعا کی اور کھانا مانگا، چنانچہ آپ کے پیچھے ریشمی کپڑے میں کھجوروں کا ایک گٹھر آکر گرا، آپ نے کھجور کھالی اور وہ کپڑا ایک مدت تک آپ کی بیوی کے پاس باقی رہا۔ ایک مرتبہ رات کے وقت آپ ایک جھاڑی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شیر آپہنچا، جب آپ نے سلام پھیرا تو اس سے کہا کہ تم کہیں اور سے اپنا رزق ڈھونڈھ لو، چنانچہ وہ چنگھاڑتا ہوا واپس چلا گیا۔

عتبہ غلام - رحمۃ اللہ علیہ - نے اپنے رب سے تین باتوں کا سوال کیا: اچھی آواز کا، بھرپور آنسو کا اور بلا تکلف کھانے کا، چنانچہ جب وہ قرآن پڑھتے تو خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رلاتے، ان کے آنسو زندگی بھر جاری رہے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو ان کا کھانا موجود ہوتا لیکن یہ نہیں جانتے کہ کھانا کہاں سے آتا ہے۔

عبدالواحد بن زید - رحمۃ اللہ علیہ - فالج کا شکار ہوگئے تو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ وضو کے وقت ان کے اعضاء کھل جایا کریں، چنانچہ وضو کے وقت ان کے اعضاء کھل جاتے اور اس کے بعد اپنی سابقہ حالت پر لوٹ آتے۔

یہ بھی جان لینا چاہئے کہ کرامتیں آدمی کی حسب ضرورت ظہور میں آتی ہیں، چنانچہ ایک ضعیف الایمان یا ضرورت مند شخص کو جب کسی کرامت کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے ایمان کی تقویت یا اس کی ضرورت کی تکمیل کے لیے کرامت کا ظہور ہوتا ہے، اور جو شخص اللہ کی ولایت میں کامل ہوتا ہے اسے کرامت کی ضرورت نہیں ہوتی، لہذا اس کے مقام کی بلندی اور اس کے کرامت سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے اس کے لیے اس طرح کی کرامتیں نہیں ظاہر ہوتیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کی ولایت میں نقص اور کمی ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کی بہ نسبت تابعین میں کرامتوں کا ظہور زیادہ ہوا ہے، البتہ وہ لوگ جن کے ہاتھوں مخلوق کی ضرورت وحاجت کے پیش نظر یا ان کی ہدایت کے لیے خارق امور ظاہر ہوتے ہیں ان کی شان اور ان کا مقام ومرتبہ سب سے عظیم ہے۔

کرامات کے برخلاف شیطانی احوال کے چند نمونے

ان کرامتوں کے برخلاف شیطانی احوال ہیں، مثلا عبداللہ بن صیاد کا حال جو نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ظاہر ہوا، اور جس کے بارے میں بعض صحابہ یہ گمان کر بیٹھے تھے کہ یہی دجال ہے، نبی کریم ﷺ نے شروع میں اس کے بارے میں توقف فرمایا پھر بعد میں آپ کو معلوم ہوگیا کہ وہ دجال نہیں بلکہ کاہنوں کی جنس سے ہے، نبی ﷺ نے اس سے پوچھا کہ بتا میں نے تم سے کیا چھپا رکھا ہے؟ اس نے کہا: الدخ، الدخ، حالانکہ آپ نے سورۃ الدخان چھپا رکھی تھی، اس پر آپ نے فرمایا کہ تو ذلیل

ورسوا ہو،تو اپنی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکتا،یعنی تو بھی ایک کاہن ہی ہے۔

بعض کاہنوں کے پاس شیاطین میں سے کچھ ساتھی ہوتے تھے جو انہیں آسمان سے چرائی ہوئی خبروں میں سے بہت سے غیبی امور کی خبر دیتے تھے،اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ ملا کر بیان کرتے تھے،جیسا کہ امام بخاری وغیرہ کی روایت کردہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

’’فرشتے بادل میں اترتے ہیں اور آسمان میں کئے گئے فیصلے کا تذکرہ کرتے ہیں تو شیاطین ان کی بات چرا لیتے ہیں اور کاہنوں کو بتا دیتے ہیں،پھر کاہن ان باتوں میں اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر بیان کرتے ہیں‘‘۔

اسی طرح اسود عنسی کا حال تھا جس نے نبوت کا دعوی کیا،اس کے پاس بھی شیطان ہوتے تھے جو اسے بعض غیبی امور کی خبر دیتے تھے،جب مسلمانوں نے اس سے قتال کیا تو انہیں یہ خوف تھا کہ وہ اس کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں شیطان اسے ان باتوں سے آگاہ کردے گا،یہاں تک کہ خود اس کی بیوی کو جب اس کے کفر کا علم ہوا تو اس نے مسلمانوں کی مدد کی اور انہوں نے اسے قتل کردیا۔

مسیلمہ کذاب کے پاس بھی شیطان ہوتے تھے جو اسے غیبی امور کی خبر دیتے تھے اور بعض معاملات میں اس کی مدد بھی کرتے تھے۔

شیطانی احوال والوں کے پاس شیطان بھگانے والی کوئی آیت مثلاً آیت الکرسی وغیرہ پڑھی جائے تو شیطان انہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں،چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں صحیح سند سے ثابت ہے کہ جب نبی ﷺ نے انہیں صدقہ فطر کے مال کی حفاظت پر مامور کیا اور مسلسل دو رات شیطان آکر مال میں سے چراتا اور یہ اسے پکڑتے،پھر وہ توبہ کرتا اور یہ چھوڑ دیتے،تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ رات تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ حضرت ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ وہ دوبارہ نہ آنے کا وعدہ کرگیا ہے،آپ نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے،وہ پھر آئے گا،چنانچہ جب تیسری بار حضرت ابو ہریرہ نے اسے پکڑا تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو،میں تمہیں ایک دعا بتلاتا ہوں جس سے تمہیں فائدہ ہوگا،وہ یہ ہے کہ جب تم بستر پر آؤ تو آیت الکرسی ﴿الله لا إله إلا هو الحي القيوم﴾ آخر تک پڑھ لو،اس کی وجہ سے تمہارے اوپر اللہ کی طرف سے ایک نگراں (فرشتہ) متعین کردیا جائے گا اور صبح ہونے تک شیطان تمہارے قریب تک نہ آسکے گا،صبح ہونے پر جب حضرت ابو ہریرہ نے نبی ﷺ کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ اس نے بات تو سچ بتائی ہے مگر وہ خود پکا جھوٹا ہے،اور آپ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔

شیطانی احوال والوں میں سے بعض کا حال یہ ہوتا ہے کہ شیطان ان کے پاس ایسے کھانے،میوہ جات اور ایسی مٹھائیاں وغیرہ لاتا ہے جو اس علاقہ میں نہیں پائی جاتیں۔

کرامات اولیاء اور احوال شیطانی میں فرق:

اولیاء کی کرامات اور ان سے مشابہ شیطانی احوال میں متعدد امور کا فرق ہے،ایک فرق یہ ہے کہ اولیاء کی کرامتوں کا سبب ایمان وتقوی ہوتا ہے،لیکن شیطانی احوال اللہ اور اس کے رسول کی منہیات کا نتیجہ ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ اللہ اور

اس کے رسول کی منع کردہ باتوں پر استعانت کی جاتی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغي بغير الحق وأن تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا وأن تقولوا على الله ما لا تعلمون﴾۔ (الاعراف:۳۳)

آپ فرمائیے کہ میرے رب نے حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں، اور ہر گناہ کی بات کو، اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو، اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی، اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ذمہ ایسی بات لگادو جس کو تم نہیں جانتے۔

لہذا اللہ کے ذمہ بغیر جانے ہوئے کوئی بات لگانا، شرک کرنا، ظلم کرنا اور فحش باتوں کا ارتکاب کرنا یہ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، لہذا یہ اللہ کی کرامت کا سبب نہیں بن سکتیں اور نہ ہی کرامتوں کا ذریعہ ان پر مدد لی جاسکتی ہے، کیونکہ جو چیز نماز، ذکر الہی اور تلاوت قرآن کے ذریعہ نہ حاصل ہو، بلکہ شیطان کی مرغوب اور پسندیدہ چیزوں اور شرکیہ امور سے حاصل ہوتی ہو، مثلا مخلوقات سے استغاثہ وغیرہ کے ذریعہ، یا وہ چیز ایسی ہو جس کے ذریعہ مخلوق پر ظلم وزیادتی اور فحش وبدکاری پر مدد لی جاتی ہو وہ شیطانی احوال میں سے ہے، اللہ کی کرامت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

شیطانی احوال والوں میں سے بعض کا حال یہ ہے کہ جب وہ سیٹیوں اور تالیوں کی محفل میں حاضر ہوتے ہیں تو ان پر شیطان اترتا ہے، اور انہیں اس گھر سے نکال کر ہوا میں اڑاتا ہے، پھر جب کوئی ولی اللہ حاضر ہو کر شیطان کو بھگاتا ہے تو یہ زمین پر گر پڑتے ہیں، ایسا بہت سے لوگوں کے ساتھ پیش آچکا ہے۔

اسی طرح بعض لوگ زندہ یا مردہ مخلوق سے استغاثہ وفریاد کرتے ہیں، خواہ وہ مخلوق مسلمان ہو یا نصرانی ہو یا مشرک ہو، پھر ہوتا یوں ہے کہ جس مخلوق سے استغاثہ فریاد کی جاتی ہے شیطان اس کا روپ اختیار کر کے استغاثہ کرنے والے کی بعض ضروریات پوری کردیتا ہے، اور لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ یہ وہی شخص ہے جسے پکارا گیا ہے، یا پھر فرشتہ ہے جو اس کی شکل میں حاضر ہوا ہے، حالانکہ وہ درحقیقت شیطان ہوتا ہے جسے اللہ نے اس کے شرک کی وجہ سے گمراہ کردیا ہے، جیسا کہ شیاطین بتوں میں داخل ہو کر مشرکین سے گفتگو کرتے تھے۔

مشرق ومغرب میں بہت سے کفار کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ ان کا کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کی موت کے بعد اسی کی شکل میں ان کے پاس شیطان آتا ہے، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خود وفات یافتہ حاضر ہوا ہے، چنانچہ وہ قرض ادا کرتا ہے، لوگوں کی امانتیں لوٹاتا ہے اور میت سے متعلق بہت سے کام کرتا ہے بلکہ اس کی بیوی کے پاس بھی آتا جاتا ہے، حالانکہ بعض اوقات اس کی لاش جلائی جاچکی ہوتی ہے، جیسا کہ ہندوستان کے کفار کرتے ہیں، اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وفات یافتہ شخص مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگیا ہے۔

مصر میں ایک شیخ تھا جس نے اپنے نوکر کو یہ وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو کوئی شخص مجھے غسل نہ دے، بلکہ میں خود آکر اپنا غسل دوں گا، جب وہ مرگیا تو نوکر نے اسی کی شکل وصورت کا ایک آدمی دیکھا اور سمجھا کہ یہ وہی میت ہے، چنانچہ وہ اندر آیا اور اپنے آپ کو غسل دینے لگا اور جب غسل دے چکا تو غائب ہوگیا، حالانکہ وہ شیطان تھا جس نے میت کو گمراہ کر رکھا

تھا اور اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ تم مرنے کے بعد آ کر اپنے آپ کو غسل دو گے، چنانچہ جب وہ مرگیا تو سچ مچ اسی کی صورت بنا کر حاضر ہوا تا کہ جس طرح پہلے اس میت کو گمراہ کر چکا تھا اسی طرح دیگر زندوں کو بھی گمراہ کر دے۔

شیطانی احوال انہی لوگوں کو پیش آتے ہیں جو کتاب وسنت کے دائرہ سے نکل چکے ہوں، ان کے مختلف طبقات ہیں، اور جو شیاطین ان سے ملتے ہیں وہ بھی انہی کے قبیل سے ہوتے ہیں، شیطانوں میں کافر، فاسق اور گنہگار ہر طرح کے ہوتے ہیں، اس لیے انسان اگر کافر یا فاسق یا جاہل ہے تو یہ بھی اس کے کفر یا فسق یا جہالت وضلالت میں شریک ہو کر اس کے ساتھی بن جاتے ہیں، اور اگر وہ ان شیاطین کی مرضی کے مطابق کفریہ کام کرے تو اس کی مدد بھی کرتے ہیں، مثلا جن شیاطین کی وہ تعظیم کرتے ہیں یہ ان کے نام کی قسم کھائے، یا اللہ تعالی کے اسماء حسنی یا اس کے بعض کلام کو ناپاک چیز سے لکھے، یا سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الاخلاص اور آیت الکرسی وغیرہ کو الٹ کر کسی نجس چیز سے لکھے، ان کفریہ اعمال کے بدلے وہ اس کے لیے پانی کو گہرائی میں اتار دیتے ہیں یا اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتے ہیں، بلکہ بسا اوقات اس کی خواہش کی کوئی چیز مثلا کوئی عورت یا کوئی بچہ ہوا میں اڑا کر اس کے پاس لے آتے ہیں، اسی قسم کے اور بھی بہت سے امور ہیں جن کا بیان کرنا طوالت کا باعث ہے، ان امور پر ایمان رکھنا درحقیقت جبت اور طاغوت پر ایمان لانا ہے۔ جبت کا مطلب ہے جادو، اور طاغوت سے مراد بت اور شیطان ہیں۔

انسان اگر ظاہر وباطن میں اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت گذار ہو تو وہ ان کو اس سے زیادہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے ساتھ اس مسئلہ میں مداخلت کریں یا پھر اس سے مصالحت کر لیں۔

چونکہ مسلمانوں کی مشروع عبادت مساجد میں ہوتی ہے جو کہ اللہ تعالی کا گھر ہیں، اس لیے مسجدوں کو آباد کرنے والے شیطانی احوال سے سب سے زیادہ دور رہتے ہیں، اس کے برخلاف شرک وبدعت میں مبتلا لوگ جو کہ قبروں اور مزاروں کی تعظیم کرتے ہیں اور مردوں کو پکارتے یا ان کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں یا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی قبر کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں، یہ لوگ شیطانی احوال سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے شرک کا سد باب کرنے کے لیے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، جس طرح آپ نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ مشرکین اسی وقت سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور طلوع وغروب کے وقت شیطان سورج سے قریب ہوتا ہے، اس لیے اس وقت نماز پڑھنے میں مشرکین سے مشابہت لازم آتی تھی جس کا آپ نے سد باب فرمادیا۔

شیطان اپنی طاقت بھر انسان کو گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے، اس لیے جو شخص سورج، چاند اور ستاروں کو پوجتا اور پکارتا ہے، جیسا کہ کوکب پرستوں کا حال ہے، تو اس پر شیطان اترتا ہے، اس سے گفتگو کرتا ہے اور بعض غیبی امور کی خبر بھی دیتا ہے، جس کو لوگ ''روحانیت کواکب'' کا نام دیتے ہیں، حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے۔

شیطان اگر کسی شخص کا کوئی مقصد پورا کرنے میں اس کی مدد کر دے تو اس فائدہ سے کئی گنا زیادہ اسے نقصان پہنچاتا ہے، اور جو شیطان کی بات مان لے اس کا انجام بڑا ہی برا ہے، الا یہ کہ وہ اللہ سے توبہ کر لے۔ ☆☆☆

اولاد میں بگاڑ-اسباب اور علاج

(قسط:۱) تحریر: محمد انور محمد قاسم سلفی/کویت

اولاد کی تربیت والدین کی بڑی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے، تربیت کے اس عمل میں والدین کو جس نشیب وفراز سے گذرنا پڑتا ہے، اور کبھی کبھی والدین کی معمولی سی غفلت یا چھوٹا سا فیصلہ اولاد کے حق میں کتنا بڑا اور مضر ثابت ہوتا ہے اس کو جاننے کے لیے یہ مضمون قارئین کی خدمت میں مضمون نگار کے شکریہ کے ساتھ پیش ہے۔

غریبی اور مفلسی

اگر بچہ وہ چیزیں نہ پائے جسے وہ اپنے لیے ضروری تصور کرتا ہو، تو ان چیزوں سے احساس محرومی اسے گاہے بگاہے چھوٹی موٹی چیزیں چرانے پر اکسائے گا، اگر ماں باپ سے اس کو اس معاملہ میں تھوڑا سا بھی حوصلہ اور شہہ ملی تو آگے چل کر اسے چور اور ڈاکو بننے میں زیادہ وقت نہیں لگتا، پھر معاشرے کے لیے وہ ایک بلا اور آفت بن جاتا ہے۔

ایک شرعی عدالت نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ دیا، جب اس کی تنفیذ کا وقت آیا تو چور نے چلا کر کہا: "اقطعوا لسان أمي قبل أن تقطعوا يدي" میرا ہاتھ کاٹنے سے پہلے میری ماں کی زبان کاٹو، کیونکہ بچپن میں جب میں نے اپنے پڑوسی کے گھر سے انڈا چرایا تھا تو میری ماں نے خوش ہو کر کہا تھا: "الحمد لله صار ابني اليوم رجلا" اللہ کا شکر ہے، میرا بیٹا آج جوان ہوگیا۔ میری ماں نے نہ مجھے ڈانٹا اور نہ پھٹکارا، اگر وہ مجھے انڈا واپس کرنے پر مجبور کرتی تو آج میں معاشرے میں چور نہ بنتا۔ (اخلاقنا الاجتماعیۃ، د/مصطفیٰ السباعی، ص ۱۶۲)

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو یہ بات ذہن نشین کرائیں کہ مالداری اور مفلسی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہوتی ہیں، ہمیں اس کی تقدیر پر راضی رہنا چاہئے۔ تاریخ میں ایسے اللہ والے خلفاء کا تذکرہ ملتا ہے جنہوں نے شہنشاہی میں فقیری کی، انہیں میں ایک حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، خلیفہ بننے سے پہلے بڑے عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے، لیکن جس وقت خلیفہ بنے تو سارے عیش وراحت کو تج دیا، ایک مختصر سی تنخواہ پر زندگی بسر کی، ایک مرتبہ عید کے موقع پر آپ نے اپنے ایک بچے کو بوسیدہ لباس پہنے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے، بیٹے نے پوچھا: "ما يبكيك يا أمير المؤمنين؟" امیر المؤمنین! یہ آنسو کیوں؟ فرمایا: يا بني! أخشى أن ينكسر قلبك إذا رآك الصبيان بهذا الثوب الخلق" بیٹے! اس لیے کہ آج بچے تمہیں اس بوسیدہ لباس میں دیکھیں گے تو شاید تمہارا دل ٹوٹ جائے۔ بچے نے جواب دیا: "يا أمير المؤمنين! إنما ينكسر قلب من أعدمه الله رضاه، أو عق أمه وأباه، وإني لأرجو

أن يكون الله تعالى راضيا عني برضاك" ترجمہ: ابا جان! دل تو اس کا ٹوٹنا چاہئے جسے اللہ تعالی نے اپنی رضا سے محروم کررکھا ہے، یا جو اپنے ماں باپ کا نافرمان ہو، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی مجھ سے خوش ہوگا، اس لیے کہ آپ مجھ سے خوش ہیں۔ یہ جواب سن کر آپ نے اپنے بیٹے کو گلے سے لگالیا۔ (تربیۃ الأولاد فی الاسلام للشیخ عبداللہ ناصح علوان:۲۳۴)

فضول خرچی:

بچوں کے چور اور مجرم بننے کا دوسرا سبب ماں باپ کا بے حد لاڈ اور پیار اور انہیں ضرورت سے زیادہ جیب خرچ دینا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اولاد غلط عادات کا شکار بن جاتی ہے، ان کی اسراف اور فضول خرچی کی بنا پر دیگر آوارہ لڑکے ان کے قریبی ساتھی بن جاتے ہیں، وہ انہیں برے اطوار کا عادی بنا دیتے ہیں۔ ان میں امنگوں اور ارمانوں کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے، ان کی خواہشات کو پر لگ جاتے ہیں، ایسے بچے جو فضولیات کے عادی بن جاتے ہیں، جب انہیں اپنی فضول خرچیوں کے لیے پیسے نہیں ملتے تو وہ چوری پر اتر آتے ہیں، اور نئی نئی چیزیں چرا کر اپنے والدین کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے پیش کرتے ہیں کہ انہیں فلاں دوست نے یہ ہدیہ دیا ہے، یا یہ چیز فلاں جگہ گری ہوئی ملی۔ ماں باپ اس آرزو کے ساتھ یہ ''ہدیے اور تحفے'' قبول کرلیتے ہیں کہ اللہ کرے کہ یہ ہدیوں کا یہ سنہری دور ہمارے لال پر ہمیشہ سدا بہار رہے، لیکن ان کی یہ خوش گمانیاں اس وقت خاک میں مل جاتی ہیں جب انہیں کسی پولیس اسٹیشن سے یہ خبر ملتی ہے کہ ان کا لال پولیس حوالات میں ''سرکاری مہمان'' بنا ہوا ہے، اس وقت وہ اپنا سر پیٹ لیتے ہیں۔

والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچوں کو فضول خرچی سے محفوظ رکھنے کے لیے خود فضولیات سے دور رہیں، کیونکہ اسراف وتبذیر سے تنگی پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ولا تجعل يدك مغلولة إلى عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا﴾ (بنی اسرائیل:۲۹) ترجمہ: ''تم اپنا ہاتھ (بخیلی سے) اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو اور نہ ہی (فضول خرچی سے) اسے بالکل ہی کھول دو کہ پھر لوگوں کی ملامت کے مستحق ہو کر عاجز اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ''۔

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے برصغیر کے مشہور محقق اور عالم دین حافظ صلاح الدین یوسف صاحب فرماتے ہیں: ''ان آیات میں انفاق کا ادب بیان کیا جارہا ہے کہ انسان نہ بخل کرے کہ اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر بھی نہ خرچ کرے اور نہ فضول خرچی پر اتر آئے کہ گنجائش دیکھے بغیر ہی بے دریغ خرچ کرتا رہے، بخل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان قابل ملامت ومذمت قرار پائے گا اور فضول خرچی کے نتیجے میں تھکا ہارا اور پچھتانے والا۔ محسور اس جانور کو کہتے ہیں جو چل چل کر تھک چکا ہو، فضول خرچی کرنے والا بھی بالآخر خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جاتا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالی نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ولا تبذر تبذيرا إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا﴾ (بنی اسرائیل:۲۶-۲۷) اور اسراف وبیجا خرچ سے بچو، بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔

فضول خرچی اللہ تعالی کو بے حد ناپسند ہے، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "إن الله يرضى لكم ثلاثا ويكره لكم ثلاثا، فيرضى لكم أن تعبدوه، ولا تشركوا به شيئا، وأن تعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا، وأن تطيعوا ولاة أمركم، ويكره لكم: قيل وقال، وكثره السؤال، وإضاعة المال". (مسلم، حدیث نمبر: ۱۳۴۰) ترجمہ: ''اللہ تعالی نے تمہارے لیے تین چیزیں پسند کی ہیں اور تین چیزیں ناپسند کی ہیں، جو چیزیں پسند کی ہیں وہ یہ کہ (۱) تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، (۲) تم تمام مل کر اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں فرقے بازی نہ کرو، (۳) اور اپنے حاکموں کی (نیکی کے کاموں میں) اطاعت کرو۔ اور تین چیزیں جو اس نے تمہارے لیے ناپسند کی ہیں وہ یہ ہیں: (۱) بحث ومباحثہ، (۲) کثرت سے (بے کار ولا یعنی) سوالات کرنا، (۳) مال فضول خرچ کرنا''۔

فضول خرچی چوری، دھوکہ دہی اور ان جیسی دسیوں بری عادتوں کی جڑ ہے، اس لیے والدین اپنی اولاد کی نگرانی کریں انہیں جیب خرچ کے لیے اتنے پیسے دیں کہ اولاد کو محرومی کا احساس نہ ہو، اور نہ اتنے زیادہ دیں کہ وہ فضول خرچی کا شکار ہوجائیں، اللہ نہ کرے، اگر غلط طریقے سے بچوں نے کوئی چیز لی ہو تو انہیں محبت سے سمجھا کر اسے واپس کروائیں، اگر کوئی نئی چیز ان کے بستے سے نکل آئے تو سختی سے ان کا محاسبہ اور تحقیق کریں، تاکہ والدین کی سختی اور باز پرسی کی وجہ سے بچوں کی کبھی چوری اور دھوکہ دہی پر جرأت نہ ہو۔

اگر بچوں میں والدین اللہ تعالی کے مراقبے کا احساس پیدا کریں تو بچے نہ صرف آئندہ زندگی میں ان برے کاموں سے دور رہیں گے بلکہ صداقت وشجاعت کی ایک مثال بن جائیں گے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی اولاد کی پرورش انہی درخشاں اصول پر کریں جن پر چلتے ہوئے ہمارے اسلاف نے ایک ایسی نسل کو دنیا کے سامنے پیش کیا جن کے اثر سے دنیا کو زندگی کے ہر میدان میں ایسے مقدس افراد ملے جن سے زیادہ راست باز، متقی و پرہیزگار، عدل پرور، بااصول سیاست داں، نیک دل حکمراں، رحم دل فاتح، شیر دل کمانڈر اور عابد وزاہد انسان، چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھا تھا، انہیں دیکھ کر یہ احساس ہوتا کہ یہ انسان انہیں بلکہ ملأ اعلی کے مقدس فرشتے تھے جو زمین پر انسانی شکل وصورت میں اتر آئے ہیں، فاتح ہند وسندھ حضرت محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے جب راجا داہر کی فوج کو شکست دے کر سندھ کو فتح کرلیا تو اہل سندھ نے اس اسلامی فاتح کو دیوتا قرار دیا، ان کا مجسمہ تراش کر عبادت کرنے لگے۔ کاش مسلمان برصغیر ہند وپاک میں اپنے آٹھ سو سالہ دور اقتدار میں ان اسلامی تعلیمات پر عمل کئے ہوتے تو شاید آج برصغیر کا حال کچھ اور ہی ہوتا۔

بخیلی اور کنجوسی

اولاد میں بگاڑ کے اہم اسباب میں سے ایک باپ کی کنجوسی اور بخیلی ہے، باپ کھاتا پیتا اور مالدار ہو، لیکن اپنی اولاد کے ساتھ کنجوسی کا رویہ اپناتا ہو تو گویا وہ اپنی بیوی بچوں کو از خود چوری کرنے پر مجبور کررہا ہے، چاہے وہ اس کے گھر سے کریں یا

باہر سے، ہر مسلمان کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ بیوی بچوں کے نان ونفقہ پر خرچ کرنا بھی ایک عبادت ہے اور اس پر اللہ تعالی اجر عطا فرماتا ہے،فرمان نبوی ﷺ ہے:

"دينار أنفقته في سبيل الله، ودينار أنفقته في رقبة، ودينار تصدقت به على مسكين، ودينار أنفقته على أهلك، أعظمها أجرا الذي أنفقته على أهلك". (رواہ مسلم)

ترجمہ:''وہ دینار جس کو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا، ایک وہ دینار جسے تم نے کسی کو غلامی سے نجات دلانے میں صرف کیا، ایک وہ دینار جسے تم نے کسی مسکین پر خیرات کیا، اور ایک وہ دنیار جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا، ان سب سے زیادہ اجر وثواب کا باعث وہ دینار ہے جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

بیوی کو جو لقمے کھلائے جائیں ان کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وإنك لن تنفق نفقة تبتغي بها وجه الله إلا أجرت بها، حتى ما تجعل في في امرأتك" (متفق علیہ) ترجمہ:''جس سرمایہ کو تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خرچ کروگے، اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا، یہاں تک جس لقمے کو تم اپنی اہلیہ کے منہ میں ڈالوگے'' (اس پر بھی تمہیں اجر ملے گا)۔

نیز ارشاد فرمایا: إذا أنفق الرجل على أهله نفقة، يحتسبها، فله صدقة" (متفق علیہ) ترجمہ:''جب آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے، اور اس سے ثواب کی امید رکھتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوجاتا ہے''۔

اگر کسی بیوی کو کنجوس شوہر سے واسطہ پڑے تو وہ اپنے بچوں کے لیے اپنے شوہر سے اسے بتلائے بغیر اتنا مال لے سکتی ہے جو اس کے بچوں کے لیے کافی ہوسکے۔

☆ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا (زوجہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ خدمت نبوی میں آئیں اور عرض گذار ہوئیں:''اے اللہ کے رسول! (ﷺ) ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا نہیں دیتے جتنا میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، سوائے اس کے جسے میں ان کی لاعلمی میں لے لوں۔ (تب میرے لیے کافی ہوتا ہے) فرمایا: دستور کے مطابق جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے کافی ہوسکے، اتنا بلا اجازت لے سکتی ہو۔(بخاری)

☆ مرد کی بخیلی کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ محمود مہدی استنبولی فرماتے ہیں:

کہتے ہیں:''ایک عورت اپنے شوہر سے جھگڑا کررہی تھی، کیونکہ وہ خرچ دینے میں حد سے زیادہ تنگی کرتا تھا، عورت نے کہا:''اللہ کی قسم! چوہے بھی صرف وطن کی محبت کے سبب اس گھر میں پڑے ہوئے ہیں، ورنہ خوراک انہیں پڑوس کے گھروں سے مل جاتی ہے''۔

شوہر کی بخیلی اور اخراجات میں سخت گیری کا مناسب حال واقعہ جو علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب''الاذکیاء'' میں لکھا ہے۔

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے عرب نوجوان کا منگنی کا پیغام ایک ہی وقت میں ایک عورت کے پاس پہنچا، نوجوان خوب صورت تھا، عورت نے دونوں کو طلب کیا اور کہا: ''تم دونوں نے منگنی کا پیغام بھیجا ہے، لہذا میں سنے اور دیکھے بغیر کسی کو کوئی جواب نہیں دوں گی، اس لیے اگر چاہو تو فلاں وقت حاضر ہو جاؤ، دونوں منگیتر مقررہ وقت پر آئے، عورت نے دونوں کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ انہیں دیکھ سکتی تھی، اور ان کی باتیں سن سکتی تھی، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی نظر نوجوان پر پڑی، اور اس کا حسن و جمال اور اس کی حالت دیکھی تو آپ رشتہ سے مایوس ہو گئے اور یقین کر لیا کہ عورت اسی نوجوان کو پسند کرے گی، آخر آپ کو ایک تدبیر سوجھی، آپ نوجوان کی طرف مڑے اور اس سے کہا: تم حسن و جمال اور قوت گویائی سے مالا مال ہو، کیا اس کے سوا بھی تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! پھر اس نے اپنی مزید کچھ خوبیاں گنوائیں، پھر چپ ہو گیا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: حساب کتاب کیسا رکھتے ہو؟ اس نے کہا: میں اپنے حساب میں کوئی چیز باقی رہنے نہیں دیتا، اور جو رائی کے برابر بھی کوئی چیز بچ رہتی ہے اسے بھی وصول کر لیتا ہوں، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: لیکن میرا حال یہ ہے کہ میں تھیلی گھر کے کونے میں رکھ چھوڑتا ہوں اور گھر والے جس قدر چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں، اور جب دوبارہ روپیہ طلب کرتے ہیں تب مجھے پتہ چلتا ہے کہ پہلا روپیہ ختم ہو گیا ہے، عورت نے (اپنے دل میں) کہا: اللہ کی قسم! حساب کتاب نہ لینے والا یہ بوڑھا اس نوجوان سے بہتر ہے جو رائی کے دانے برابر چیز بھی چھوڑنے کا نام نہ لے۔ اس کے بعد اس نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی۔ (تحفۃ العروس: ۴۴۶)

غلط صحبت

بری صحبت ایک ایسی بیماری ہے جس میں اچھے اچھوں کی اولاد بگڑ جاتی ہے، حضرت نوح علیہ الصلاۃ والسلام اللہ تعالی کے اولوالعزم پیغمبر تھے، نیک تربیت کے باوجود بری صحبت کا شکار ہو کر ان کا لڑکا کنعان کافر ہو گیا اور طوفان نوح میں مارا گیا، اس کا سبب حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بری صحبت ہی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

پسر نوح با بداں بنشست — نبوت خاندانش گم کرد
سگ اصحاب کہف روزے چند — پئے نیکاں گرفت ومردم شد

یعنی نوح علیہ الصلاۃ والسلام کے بیٹے نے بروں کی صحبت اختیار کی، جس کی وجہ سے اپنے خاندان کی نبوت کو گنوا بیٹھا، اس لیے کہ اللہ تعالی کا یہ دستور رہا ہے کہ پیغمبروں کی نیک اولاد کو بھی نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں، جب کہ اصحاب کہف کا کتا چند دن نیک لوگوں کی صحبت میں رہا جس کی وجہ سے وہ ان نیک لوگوں کے ساتھ ہی گنا جانے لگا، اللہ تعالی نے قیامت تک کے لیے اپنے ان اولیاء کے ساتھ اس جانور کا تذکرہ بھی قرآن مجید میں محفوظ کر دیا: ﴿سيقولون ثلاثة رابعهم كلبهم، ويقولون خمسة سادسهم كلبهم رجما بالغيب ويقولون سبعة وثامنهم كلبهم﴾ (کہف: ۲۲) ترجمہ: کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا، کچھ دوسرے کہیں گے کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا، یہ سب بے تکی

باتیں بناتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا۔

اسی لیے اسلام نے شر پسند افراد کی صحبت سے بار بار منع کیا ہے، اس لیے کہ اس سے انسان راہ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے اور ہمیشہ کے لیے دوزخی بن جاتا ہے، قرآن مجید نے ایسے بدنصیب افراد کا تذکرہ کیا ہے جو قیامت کے دن اپنے برے یاروں اور دوستوں کو یاد کر کے اللہ تعالی سے مطالبہ کریں گے کہ وہ پل بھر کے لیے ان لوگوں کو دکھا دے جنھوں نے انہیں دنیا میں راہ حق سے بھٹکا دیا، تا کہ وہ انہیں بری طرح روند دیں: ﴿وقال الذين كفروا ربنا أرنا الذين أضلانا من الجن والإنس نجعلهما تحت أقدامنا ليكونا من الأسفلين﴾ (فصلت:۲۹)

ترجمہ: ''اور کافر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں کے وہ دونوں فریق دکھا، جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تا کہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال دیں تا کہ وہ جہنم میں سب سے نیچے (سخت عذاب میں) ہو جائیں''۔

برے دوست میدان محشر میں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿الأخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو إلا المتقين﴾ (زخرف: ٦٧) ترجمہ: ''اس دن گہرے دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے''۔

اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "المرء على دين خليله، فلينظر أحدكم من يخالل" (ترمذی)

ترجمہ: '' آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے آدمی کو غور کر لینا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے''۔

اسی لیے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عن المرء لا تسأل وسل عن قرينه فكل قرين بالمقارن يقتدى

اگر تم کسی شخص کے عادات واطوار کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہو تو اس کے نہیں بلکہ اس کے یاروں دوستوں کے متعلق معلومات فراہم کرو، اس لیے کہ ہر شخص اپنے ہی ظرف کے مطابق یار بناتا ہے۔

آپ ﷺ نے اچھی اور بری صحبت کو ایک لطیف مثال سے واضح فرمایا:

" مثل الجليس الصالح والجليس السوء كمثل حامل المسك ونافخ الكير، فأما حامل المسك أن يحذيك، أو تشتري منه، أو تجد منه ريحا طيبة، ونافخ الكير فإما أن يحرق ثيابك، أو تجد منه ريحا منتنة" (متفق علیہ) ترجمہ: اچھے ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک اٹھائے ہوئے شخص اور بھٹی دھنکنے والے لوہار کی طرح ہے، مشک والا شخص یا تو خود ہی مشک دے گا، یا تم اس سے خریدو گے، اگر یہ بھی نہ ہو تو اس کی عطر بیزی سے تمہاری مشام معطر ہوگی، جب کہ بھٹی دھنکنے والا تمہارے کپڑے جلا دے گا، یا اس کی بدبو تمہیں ضرور (ناک اور کپڑوں میں) محسوس ہوگی۔

والدین اولاد سے ملنے جلنے والے افراد پر گہری نگاہ رکھیں، اور انہیں محلّہ، اسکول، مسجد اور کالج وغیرہ میں اچھے لڑکوں

سے دوستی کرنے کی ترغیب دیں، بری صحبت کے نقصانات سے آگاہ کریں، اگر انہیں محسوس ہو کہ بچے غلط افراد کی صحبت کا شکار ہو رہے ہیں، فوری اقدام کرتے ہوئے انہیں غلط صحبت سے بچالیں۔

بے جالاڈ و پیار

اولاد سے محبت رکھنا ضروری ہے، لیکن بے جا لاڈ و پیار انہیں بدخلق اور آوارہ بنا دیتا ہے، بچوں کی ہر جائز و ناجائز فرمائش پوری کرنا، انہیں ہر جگہ آنے جانے کی کھلی چھوٹ دینا، اور ان کی ہر غلط حرکت کو یہ کہتے ہوئے برداشت کرنا کہ ابھی تو یہ بچہ ہے جب بڑا ہوگا تو سدھر جائے گا اس کا نتیجہ معاشرے میں لڑکوں کے انحراف اور لڑکیوں کی ماں باپ اور اسلامی اقدار سے بغاوت کی شکل میں سامنے آتا ہے، والدین جب بچوں میں سرکشی اور طغیانی محسوس کریں تو انہیں نرمی اور محبت سے نصیحت کریں، جب اس کا فائدہ نہ ہو تو اس سے اظہار ناراضگی کے طور پر بات چیت نہ کریں جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت مبارکہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن مغفل نے اپنے ایک قرابت دار کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھ کر یہ کہتے ہوئے منع کیا: "إنها لا تصيد صيدا ولا تنكأ العدو، وإنها تفقأ العين وتكسر السن" یعنی اس سے نہ شکار مارا جا سکتا ہے نہ دشمن کو قتل کیا جا سکتا ہے، لیکن یہ حرکت (کسی بھی راہ گیر کی) آنکھ پھوڑ سکتی اور دانت توڑ سکتی ہے، لیکن اس نے ان کی سنی ان سنی کرتے ہوئے یہی حرکت دوبارہ کی تو فرمایا: "أحدثك أن رسول الله ﷺ نهى عنه، ثم عدت تحذف؟ لا أكلمك أبدا" (متفق علیہ) میں تجھ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے روکا ہے اور تو دوبارہ یہی حرکت کر رہا ہے؟ میں تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ یہ حدیث بیان کی: "لا تمنعوا إماء الله عن المساجد" اللہ کی لونڈیوں (عورتوں) کو نماز کے لیے مسجد جانے سے نہ روکو۔ آپ کے ایک فرزند نے اس کی مخالفت کی اور موجودہ حالات کا واسطہ دیتے ہوئے کہا کہ: ''اللہ کی قسم! ہم انہیں مسجد جانے سے ضرور روکیں گے'' یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے زندگی بھر اپنے لڑکے سے بات نہیں کی۔ جب یہ سزا بھی کارگر نہ ہو تو پھر باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اولاد کی تربیت کے لیے انہیں جسمانی سزا دے، لیکن ملحوظ رہے کہ یہ مار برائے تربیت ہو نہ کہ برائے مار۔ بلکہ مارنے سے زیادہ ڈرانے کے پہلو پر عمل کرے، اسلاف کے متعلق آتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں نمایاں مقام پر کوڑا لٹکائے رکھتے تھے تاکہ بچوں میں کسی بے ادبی، گستاخی اور بدتمیزی پر گرفت کا احساس ہو۔ باپ اپنے بچوں کو بے تحاشہ نہ مارے اور نہ ہی ایسی مار کہ جس سے جسم پر نشان پڑ جائیں اور چہرے پر نہ مارے۔ بچیوں کی زیادہ ناز برداری، لاڈ و پیار اور مخلوط تعلیمی اداروں میں ان کا داخلہ بسا اوقات انہیں آوارہ بنا دیتا ہے، موجودہ مخلوط کالج اور یونیورسٹیوں کا ماحول اچھے سے اچھے گھرانے کی لڑکی کے اخلاق و عادات کو تباہ کر کے رکھ دیتا ہے۔ شاید اسی لیے اکبر الہ آبادی نے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہیں سوجھی

اور رسول اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی: "كيف بكم إذا فسق فتياتكم وطغى نساؤكم؟" (ترمذی: کتاب الفتن) ترجمہ: تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری لڑکیاں مبتلائے فسق ہوں اور تمہاری عورتیں باغی اور سرکش (یعنی جب کہ تمہارے گھر کے اندر کی زندگی بھی خراب ہوجائے اور عورتیں تک مبتلائے فسق وفجور رہوں)، آج حرف بحرف پوری ہورہی ہے۔

ایک لڑکی کے انحراف کا عبرت آموز واقعہ

مولانا مختار احمد صاحب ندوی اپنے مجلّہ ''البلاغ'' بمبئی کے کالم'' بہتے آنسو'' میں اسی طرح کی ایک سرکش لڑکی کی داستان تحریر فرمائی ہے، جو سارے والدین کے لیے باعث عبرت ہے، تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ایک کالج گرل کی دردناک داستان ہے، جس نے سارے خاندان کو تباہ کرکے رکھ دیا، یہ اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی تھی، اچھے رنگ وروپ اور ناک نقشے کی مالک تھی، والدین کے لاڈ وپیار نے اسے حد سے زیادہ آزاد اور آوارہ بنادیا تھا، کالج کے بے راہ رو لڑکوں کی یہ منظور نظر تھی، کالج کے تمام تفریحی اور شوشل تقریبات میں یہ کلیدی کردار کی مالک تھی۔

مسلسل امتحانات میں فیل ہونے کی بنا پر یہ کالج سے نکلنے پر مجبور ہوئی تو والدین نے اسے گھر پر رہنے کی تاکید کی اور آوارہ گردی چھوڑنے کے لیے سختی کیا تو اس نے خودکشی کی دھمکی دے دی اور صاف کہہ دیا کہ اگر میری ذاتی زندگی میں دخل دیا گیا تو میں خودکشی کرلوں گی اور اس طرح سارے خاندان کو تباہ کرکے رکھ دوں گی۔ جیسے جیسے والدین نے سختی کی حالات بگڑتے گئے اور اب اس کے ساتھیوں کے دھمکی آمیز فون گھر پر آنے لگے، اب لڑکی کئی کئی دن سے غائب رہنے لگی اور اب اسے نشے کی بھی عادت پڑ چکی تھی، اچانک گھر سے قیمتی چیزیں غائب ہونے لگیں، مجبوراً اسے ایک کمرے تک رہنے پر مجبور کردیا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی نے اپنے دوستوں کے ذریعے بوڑھے والدین کو نکال کر گھر پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی، والدین نے پولیس سے اپنی حفاظت کے لیے مدد طلب کی، پولیس ابھی لڑکی اور والدین کے درمیان بیچ بچاؤ کی تدبیر سوچ ہی رہی تھی کہ رات کو لڑکی نے اپنے دوستوں کو لے کر راتوں رات گھر پر قبضہ کرلیا، والدین اپنی اکلوتی لڑکی کو قانون کے حوالے کرنے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے، کیونکہ وہی ان کی زندگی کی آخری نشانی تھی، بالآخر انہوں نے لڑکی سے منت سماجت کرکے گھر کے ایک کونے میں پناہ لینے کی فریاد کی، لیکن لڑکی نے اس شرط پر انہیں رہنے کی اجازت دی کہ پورا گھر اس کے نام منتقل کردیا جائے اور وہ مہمان کی طرح اپنی زندگی کے بقیہ دن یہاں چپ چاپ گذاریں، مرتا کیا نہ کرتا، انہوں نے ساری جائیداد لڑکی کے نام منتقل کردیا اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ لاوارث بوڑھوں کے لیے بنائے گئے حکومت کے ''اولڈ ہاؤس'' (Old House) میں جاکر پناہ لی۔ (ماہنامہ البلاغ: شمارہ جنوری ۲۰۰۱ء)

یتیمی

بچوں میں بغاوت اور انحراف کا ایک بہت بڑا سبب یتیمی کی مصیبت سے دوچار ہونا ہے، وہ بچہ جس کا باپ یا ماں اس کے بچپنے میں ہی فوت ہو جائیں، اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے والا کوئی نہ ملے، اس کی ضرورتوں کا خیال رکھنے والا کوئی نہ ہو، یتیمی کی وجہ سے غربت اور افلاس اس کے گھر پر سایہ فگن ہو گئے ہوں، فرط خشکی سے اس کے لب تکلم کے لیے ترسیں لیکن اس سے دو میٹھے بول کوئی بولنے والا نہ ہو، بچپن میں ہی اس کے دست نازک پتھر پھوڑنے پر مجبور ہوں، یہاں تک کہ وہ التجا کرتے ہوئے ہاتھ بھیک مانگنے کے لیے اٹھائے، لیکن بے رحم معاشرہ اس کے دامن میں محبت کے پھول بکھیرنے کے بجائے، نفرت اور ذلت کی ٹھوکریں بھر دے، تو لامحالہ ایسا بچہ آگے چل کر لوگوں کے خون کا پیاسا بن کر بے رحم ڈاکو، سفاک قاتل، اور خطرناک مجرم بن کر معاشرے کے لیے ایک بلا بن جائے گا۔

یتیمی دو طرح کی ہوتی ہے:

(۱) باپ کی جانب سے یتیم ہونا: باپ کی وفات کے بعد اگر ماں نے دوسری شادی کر لی تو عموما سوتیلا باپ ان یتیم بچوں سے سوتیلا ہی سلوک کرے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بچے کی چھوٹی چھوٹی غلطی پر گرفت کرے گا اور اسے چھوٹی سی لغزش یا غلطی پر بری طرح پیٹے گا اور انتہائی سخت سزا دے گا۔ جرائم کی تاریخ میں ایسے بے شمار سوتیلے باپ ہیں جنہوں نے ان معصوم بچوں کو قتل کر دیا، بلکہ انہیں بتوں پر بلی چڑھانے کے لیے غیر مسلموں کو فروخت کر دینے سے بھی دریغ نہیں کیا، جو بچہ اس طرح کے ماحول میں پرورش پائے گا کیا اس سے یہ توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ آگے چل کر ایک رحم دل انسان بنے گا؟ اگر ماں نے دوسری شادی نہیں کی لیکن کسب معاش کے لیے وہ باہر نکلنے اور محنت و مزدوری کرنے پر مجبور ہوئی تو پھر بچے کی تعلیم و تربیت پر وہ کامل توجہ نہیں دے سکے گی، اس کے گھر سے غائب ہونے کے دوران اگر بچہ سماج دشمن عناصر کی بھینٹ چڑھ گیا، یا غلط صحبت کا شکار ہو گیا تو ان دونوں حالتوں میں وہ ایک با اخلاق، مہذب فرد بننے سے محروم ہو کر معاشرے کے لیے ایک آفت بن جائے گا۔

(۲) ماں کی جانب سے یتیم ہونا: یتیمی کی دوسری قسم یہ ہے کہ باپ زندہ ہو اور ماں کا انتقال ہو جائے، اگر باپ نے بچوں کے لیے اپنی جوانی کا ایثار کیا، دوسری شادی نہیں کی اور اپنی ساری توجہ اولاد کی تربیت اور انہیں ماں اور باپ دونوں کا پیار عطا کرنے میں لگا دیا تو امید ہے کہ ایسے بچے باپ کے ایثار کی وجہ سے ضائع و برباد ہونے سے بچ جائیں گے، لیکن افسوس کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ عام صورت حال یہی ہے کہ بچوں کی ماں مر گئی، ادھر کفن بھی میلا نہیں ہوا، ادھر باپ اپنے لیے ایک عدد نئی بیوی اور بچوں کے لیے ایک سوتیلی ماں لے آیا، نئی بیوی پر زیادہ فریفتہ ہونے کی وجہ سے ہر جائز و ناجائز معاملے میں بچوں کے خلاف سوتیلی ماں کا ساتھ دینے لگا، اور ہر بڑی چھوٹی بات پر بچوں کے بخئے ادھیڑنے لگا، تو پھر بچے شروع شروع میں باپ سے اس کے اس عمل پر اظہار ناراضگی کرتے، پھر احتجاج کرتے ہیں، جب باپ اپنی پرانی روش سے باز نہیں آتا تو پھر باپ

بیٹے کا لحاظ ختم ہوجاتا ہے، بچے باپ کے مقابلے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں، اگر باپ کا بس چلے تو بچوں کو عاق کرکے گھر سے باہر نکال دیتا ہے، اگر اولاد کا بس چلے تو وہ سوتیلی ماں کے ساتھ حقیقی باپ کو بھی دھکے دے کر باہر کرکے گھر پر قبضہ کرلیں گے۔ اور دونوں حالتوں میں اولاد پر اس کے خوشگوار اثرات مرتب نہیں ہوتے۔

اسی لیے اسلام نے یتیموں کی دل جوئی اور خدمت کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا ہر مسلمان پر فرض کیا ہے، بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ ہمارے پیغمبر سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہونے سے پہلے ہی یتیم ہو چکے تھے، چھ سال کی عمر میں والدہ محترمہ بھی وفات پا گئیں، اسی لیے قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر یتیموں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فأما اليتيم فلا تقهر، وأما السائل فلا تنهر﴾ (ضحیٰ:۹-۱۰) ترجمہ: لہذا یتیم پر سختی نہ کرو اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔ یتیم کے ساتھ ناروا سلوک کو کافروں کی علامت قرار دیا گیا، فرمان باری تعالی ہے: ﴿أرأيت الذي يكذب بالدين، فذلك الذي يدع اليتيم﴾ (ماعون:۱-۲) ترجمہ: کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو آخرت (کی جزا وسزا) کو جھٹلاتا ہے، وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے، جو لوگ یتیم کی عزت اور خدمت نہیں کرتے ان کے اوپر عذاب نازل ہوتا ہے اور ان کی روزی تنگ ہوجاتی ہے، فرمان الہی ہے: ﴿وأما إذا ما ابتلاه فقدر عليه رزقه فيقول ربي أهانن، كلا بل لا تكرمون اليتيم﴾ (فجر:۱۶-۱۷) ترجمہ: جب اس کا رب اسے آزماتا ہے اور اس کی روزی اس پر تنگ کردیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا، ہرگز نہیں! بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ رسول اکرم ﷺ نے یتیم کی خدمت کرنے والے کو جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی خوشخبری دی ہے، ارشاد مصطفوی ﷺ ہے: "أنا وكافل اليتيم في الجنة هكذا، وأشار بالسبابة والوسطى وفرج بينهما" (بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، حدیث نمبر:۵۳۰۴) میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، پھر آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے درمیان کچھ فاصلہ رکھتے ہوئے اشارہ کرکے بتلایا۔

"إن رجلا شكا إلى رسول الله ﷺ قسوة قلبه فقال امسح رأس اليتيم وأطعم المسكين" (مسند احمد، ترغیب وترہیب) ترجمہ: ''ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر اپنی سنگدلی کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ (اس سے تمہارے دل کی سختی ختم ہوجائے گی)

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من وضع يده على رأس يتيم رحمة، كتب الله له بكل شعرة مرت على يده حسنة" (احمد وابن حبان) ترجمہ: ''جس نے کسی یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا، اس کا ہاتھ جتنے بالوں پر سے گذرا اتنی تعداد میں اللہ تعالی اسے نیکیاں عطا فرمائے گا''۔

ایک اور روایت میں ہے: "من قبض يتيما بين المسلمين إلى طعامه وشرابه حتى يغنيه الله، أوجب الله تعالى له الجنة البتة، إلا أن يعمل ذنبا لا يغفر له" (ترمذی) ترجمہ: ''جس نے مسلمانوں کے کسی

یتیم بچے کو لے کر اس کے خورد ونوش کا اس وقت تک انتظام کیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس یتیم کو اس کی کفالت سے بے نیاز کر دیا تو اللہ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا، سوائے اس کے کہ وہ کوئی نا قابل معافی گناہ (مثلا شرک جیسا) کرے''۔

یتیموں سے حسن سلوک کے متعلق ان کے علاوہ اور بے شمار فرمودات ہیں جس میں کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے عام مسلمانوں، رشتہ داروں اور قرابت داروں پر یتیموں سے محبت وشفقت اور انہیں کھلانے پلانے، ان پر رحم کرنے اور خرچ کرنے کو فرض کیا ہے، تاکہ یہ محروم ومجبور طبقہ محبت وشفقت سے مالا مال ہو کر ضائع وبرباد ہونے سے بچ جائے۔

خیر القرون ان تعلیمات پر مکمل عمل کی روشن مثال ہیں، مشہور محدث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے تاجر بھی تھے، تجارت سے جو کچھ کماتے وہ سب فقراء، مساکین، طلباء اور ایتام پر لٹاتے تھے، سال میں ایک لاکھ دینار سے زیادہ صدقہ وخیرات فرماتے، ایک مرتبہ اپنے شہر ''مرو'' سے حج پر جا رہے تھے، ایک آبادی کے قریب پہنچے تو ایک پرندہ جو آپ کے ساتھ تھا مر گیا، آپ نے اسے گھور میں پھینکنے اور قافلے کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور خود کسی ضرورت کے سبب پیچھے رہ گئے، تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ ایک بچی گھور کے پاس آئی اور وہاں سے کچھ اٹھا کر دوڑنے لگی، آپ نے اس بچی کو بلایا، وہ ڈرتے ڈرتے آئی، آپ نے فرمایا: ''تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟'' بچی نے جھجکتے ہوئے ہاتھ کو کھولا تو اس میں مردہ چڑیا موجود تھی، آپ نے بچی سے نہایت شفقت سے پوچھا: بیٹی! آپ نے یہ مردہ چڑیا کیوں اٹھایا؟ بچی نے روتے ہوئے جواب دیا: چچا جان! بات یہ ہے کہ میں اور مجھ سے ایک چھوٹا بھائی ہے، ہم دونوں یتیم ہیں، ماں باپ دونوں اللہ میاں کو پیارے ہو چکے ہیں، کئی دنوں فاقہ پر گذارہ ہو رہا تھا، کسی سے مانگتے ہوئے شرم آ رہی تھی، اس لیے اس گھور سے مردہ چڑیا اٹھائی ہوں، تاکہ اس کو کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی جا سکے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ رو پڑے، اپنے خزانچی سے پوچھا کہ ہمارے پاس کتنے دینار ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ: ایک ہزار دینار ہیں، پوچھا کہ واپس مرو جانے کے لیے کتنے دینار کافی ہوں گے؟ جواب ملا: بیس دینار بہت کافی ہیں، آپ نے فرمایا: ''بیس دینار باقی رکھ کر باقی دینار اور ہمارے ساتھ جو کچھ غلہ واناج ہے اس یتیم بچی کو دے دو، یہ ہمارے نفلی حج سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ پھر آپ واپس لوٹ آئے اور حج نہیں کیا۔

(التکافل الاجتماعی فی الاسلام: للشیخ عبداللہ ناصح علوان) (جاری)

☆☆☆

ماہنامہ **محدث** بنارس

ایک علمی، اصلاحی، دینی اور دعوتی رسالہ ہے، اس کے فروغ اور توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں، اس کے لیے مالی تعاون کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ (ادارہ)

تعویذ گنڈا

تحریر: امام نواب صدیق حسن خان حسینی بخاریؒ ترجمہ وتسہیل: مولانا محمد اعظمی

مسلم معاشرہ میں بدعقیدگی کے جو مظاہر نمایاں طور پر دیکھنے میں آتے ہیں ان میں تعویذ گنڈا بھی ہے اور یہ مرض اس قدر تیزی سے بڑھتا چلا جارہا ہے کہ اب غیر مسلموں کے چوکھٹ پر برقع پوش خواتین بھی اپنے ایمان اور حیا کا سودا کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، تعویذ گنڈا کے نام پر بدعقیدگی اور ایمان فروشی کا جو راستہ علماء سوء نے دکھلایا، یہ اسی کا امتداد ہے، الامان والحفیظ۔ زیر نظر مضمون میں تعویذ گنڈا کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں وارد بعض شبہات کی وضاحت بھی ہے۔ (ع م)

حدیث عمران بن حصین میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا حلقہ (کڑا) دیکھا، پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا واہنہ کے سبب سے پہنا ہے، آپ نے فرمایا اس کو اتار ڈال، اس سے وہن (بیماری) میں اضافہ کے سوا کوئی فائدہ نہ ہوگا، پھر فرمایا اگر تو اسی حال پر مرجائے گا تو کبھی فلاح نہ پائے گا، رواہ احمد (۱) واھنہ وہ بیماری ہے جس سے ہاتھ کی رگ اور جوڑوں میں تناؤ وٹیس ہوتی ہے، اس حدیث میں جو وعید مذکور ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب حلقہ نے غیر اللہ سے استعانت کی تھی، اسی لئے صحابہ نے کہا ہے کہ شرک اصغر تمام کبائر سے اکبر ہوتا ہے، شرک میں جہالت وناواقفیت کا عذر نہیں چلتا ہے حدیث مذکور میں اس فعل کے فاعل پر نہایت سخت تہدید وانکار فرمایا گیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ہاتھ و پاؤں کی کسی بیماری میں کسی چیز کا کوئی چھلا یا حلقہ اس اعتقاد سے پہنتے ہیں کہ اس سے مرض دفع ہوتا ہے، یہ ان کی غلط فہمی ہے، مرض کا علاج دوا کھانے، پینے اور مالش کرنے کے ذریعہ کرنا چاہئے، ایسی چیز پر اعتماد نہ ہو جس میں شرک کی بو آتی ہو، جیسے ٹوٹکے وغیرہ میں اللہ سے غفلت اور غیر سے استعانت ہوتی ہے۔

عقبہ بن عامر کی حدیث میں آیا ہے کہ ''جس نے تمیمہ (تعویذ گنڈا، مالا) لٹکایا تو اللہ اس کو پورا نہ کرے، اور جس نے کوئی ودعہ (کوڑی، گھونگا) آشوب چشم کے لئے لٹکایا تو اللہ اس کو چین وسکون نہ دے'' رواہ احمد (۲)۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دفع مرض کے لئے دونوں قسم کی چیزوں کے لٹکانے پر بددعا دی ہے، مسند احمد کی دوسری روایت میں یہ ہے ''جس نے تعویذ گنڈا لٹکایا اس نے بیشک شرک کیا'' (۳) یہ حدیث پہلی حدیث سے بھی زیادہ صریح ہے، ابن اثیر نے کہا کہ اس کو شرک اس لئے قرار دیا ہے کہ اس میں تقدیر مکتوب کے دفع کا ارادہ اور غیر اللہ سے دفع مصیبت کی درخواست ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بزرگ صحابی ہیں جو صاحب سرّ رسول اللہ ﷺ کہے جاتے ہیں، انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں بخار کا گنڈا بندھا ہوا دیکھا تو اس کو توڑ ڈالا اور یہ آیت پڑھی ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ (۴) (اللہ پر ایمان رکھنے والوں میں اکثر مشرک ہیں) دوسری روایت میں ہے کہ حذیفہ نے ایک بیمار کے بازو میں چمڑے کا ایک ٹکڑا دیکھا، اس کو کھینچ کر توڑا اور یہ آیت پڑھی ﴿وَمَا يُؤْمِنُ ... الآية﴾ معلوم ہوا کہ جاہل لوگ دفع بخار وغیرہ کے لئے تعویذ اور گنڈے لٹکایا کرتے تھے اس کا

(۱) أحمد: ۴/ ۴۴۵، ابن ماجہ طب: ۲/ ۱۱۶۷ (ضعیف الاسناد) (۲) أحمد: ۴/ ۱۵۴ (حسن)
(۳) أحمد: ۴/ ۱۵۶، والحاکم: ۴/ ۲۱۹ (صحیح) (۴) سورہ یوسف: آیت: ۱۰۶

ابطال وازالہ کرتے ہوئے حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آیت مذکورہ سے اس کے شرک ہونے پر استدلال کیا ہے، یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ نے جو آیت شرک اکبر کے بارے میں نازل کی ہے اس سے شرک اصغر پر استدلال کرنا صحیح ہے، کیونکہ آیت شرک کے ہر قسمی کو شامل ہے، حضرت حذیفہ نے ایک بیمار کو دیکھا کہ اس کے بازو پر تاگا بندھا ہے، کہا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اس پر میرے لئے منتر پھونکا گیا ہے، کہا اگر تو یہ تاگا باندھے ہوئے مرجائے گا تو میں تیری نماز جنازہ نہیں پڑھوں گا، الغرض حضرت حذیفہ نے دفع مرض کے لئے بدن پر تعویذ، گنڈے وتاگے باندھنے کو شرک قرار دیا تھا، اسی لئے اہل علم نے کہا ہے کہ تعویذ، گنڈے، تاگے، مالے اور اس قسم کی چیزیں جنہیں جہلا لٹکایا، باندھا اور پہنا کرتے ہیں یہ سب شرک کے انواع ہیں، ان کا ازالہ وانکار قول وفعل سے کرنا واجب ہے، اگرچہ ان امور کے کرنے والے اجازت نہ دیں، یہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کمال توحید واخلاص تفرید اور ان کے منافی شرک کے انواع کی وضاحت کے لئے کافی ہیں۔

شیطان لعین جو آدم علیہ السلام کے وقت سے سارے بنی آدم کا جانی دشمن ہے اسی تاک میں لگا رہتا ہے کہ جس طرح ہو سکے ان کو توحید سے بہکا کر دام شرک میں گرفتار کرے، کیونکہ اسے یہ بات معلوم ہے کہ توحید کے موجود ہوتے ہوئے صغائر وکبائر قیامت کے دن شروع یا آخر میں بخش دیئے جائیں گے، البتہ شرک ہرگز معاف نہ ہوگا، اس لئے شیطان ہر حیلہ وحوالہ اور مکر وفریب سے مسلمان کو ہر ایسے کام میں پھانستا ہے جس میں شرک مخفی ہوتا ہے، پھر جس موحد پر شرک کا داؤ نہیں چلتا ہے اس کو ایجاد بدعات کی طرف مائل کر دیتا ہے، وہ اس بدعت کو حسنہ سمجھ کر ساری عمر تائب نہیں ہوتا، جب کہ دوسرے گناہ سے تائب بھی ہو جاتا ہے، حالانکہ ہم جس پر ایمان لائے ہیں اس نے ہر بدعت کو گمراہی اور ہر گمراہی کو فی النار بلا تخصیص کسی نوع کے علی الاطلاق بطور کلیہ فرمایا ہے، اب جس کا جی چاہے وہ مومن بنا رہے اور جس کا جی چاہے وہ انکار کرے۔

جواز تعویذ

بعض اہل علم نے ازالہ مرض کے لئے ایسے تعویذ وگنڈے کا باندھنا جائز رکھا ہے جو کسی آیت قرآن یا حدیث سے ماخوذ ہے، لیکن بہتر بلکہ ضروری یہ ہے کہ تعلیق (لٹکانے، باندھنے) سے پرہیز کیا جائے، کیونکہ صدر اول میں ہر قسم کے امراض وآفات موجود تھے لیکن وہ لوگ کتاب وسنت سے حصول شفا کا عمل اس طرز تعلیق پر نہیں کرتے تھے، بلکہ آیات واحادیث کو پڑھ کر دوسرے پر پھونک دیتے تھے، یہ دستور نہ تھا کہ گنڈہ وتعویذ بنا کر گلے میں لٹکائیں، یا بازو پر باندھیں، یا ہاتھ پاؤں میں کوئی چھلا حلقہ پہنیں، بالفرض یہ بات فی الجملہ جائز بھی ہو تو شرک کے خطرات ومشتبہات میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے، ہم کسی امر مباح کے ترک پر نہ مشرک ہو سکتے ہیں نہ مبتدع، ہاں جس کام کی اجازت ہم کو شارع کی طرف سے صراحۃً نہیں ہے، بلکہ شارع نے ہم کو ان امور سے نہی ومنع کیا ہے ان کے کرنے میں ہمیں یہ خوف ہے کہ مبادا کہیں شرک یا کفر نہ ہو کہ ہم تو اس دھوکے میں رہیں کہ یہ بات جائز ہے اور دوسری طرف ہمارا ایمان شرک خفی یا کفر خفی کے سبب سے جاتا رہے، اور زمانۂ اسلام کا سارا کیا کرایا اکارت ہو جائے، کیونکہ شرک اتنا باریک ہے کہ اندھیری رات میں صاف پتھر پر چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی وپوشیدہ چیز ہے، اکثر لوگ اس نکتے کو نہیں سمجھتے ہیں، اقوال ضعیفہ پر اعتماد کر کے ایسی آفتوں میں پھنس کر ایمان تباہ، اسلام برباد اور اخلاص ہلاک کر دیتے ہیں، اللھم وفقنا للخیر۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی کا بیان ہے کہ ابن مسعود نے میرے گلے میں ایک تاگا دیکھا، پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں میرے لئے منتر کیا گیا ہے۔ انہوں نے اس کو توڑ ڈالا اور کہا آل عبد اللہ شرک سے کوسوں دور ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرما رہے تھے ''جھاڑ پھونک، تعویذ اور جادو شرک ہیں'' (۱) ابن مسعود کی بیوی نے کہا، میری آنکھ دکھتی تھی، میں فلاں یہودی کے پاس

(۱) ابوداؤد طب (۳۸۶۵) (صحیح)

گئی، اس نے منتر پڑھا، آنکھ کو سکون ہو گیا، ابن مسعود نے کہا یہ کام شیطان کا ہے، وہ تیری آنکھ میں آہستہ سے ٹھیس کرتا تھا، جب منتر پڑھا گیا تو رک گیا، تم کو وہی کافی ہے جو رسول اللہ ﷺ کہتے تھے، تم بھی وہی کہو "أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ، وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيُ لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاءُ كَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا" (۱) (اے لوگوں کے رب اس بیماری کو دور کردے اور شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے، شفا صرف تیری ہی شفا ہے، ایسی شفا دے جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے)

عبداللہ بن مسعود کی حدیث مذکور میں "رقی" سے مراد وہ منتر (دَم) ہے جو مریض پر پڑھ کر پھونکا جاتا ہے، اس کو شرک فرمایا ہے لیکن دوسری دلیل شرعی سے وہ منتر (دَم) خاص و مستثنی ہیں جن میں کسی طرح کے شرک کا شائبہ نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی رخصت واجازت دی ہے، امام خطابی نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی منتر (دَم) کیا اور آپ پر منتر (دَم) کیا گیا، آپ نے اس کا حکم بھی دیا اور جائز بھی رکھا، معلوم ہوا کہ منتر جب قرآن یا اسم الٰہی سے ہو تو جائز ہے، مکروہ و ناجائز وہ منتر ہے جو عربی زبان میں نہ ہو، کیونکہ یہ احتمال ہے کہ اس میں کفر یا شرک کی کوئی بات ہو، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کا قول ہے کہ ہر مجہول اسم سے منتر نہیں کرنا چاہئے، اس کے ساتھ دعا کرنا تو دور کی بات ہے، اگر چہ اس کا معنی معلوم ہو۔ کیونکہ غیر عربی زبان میں دعا کرنا مکروہ ہے، ایسی دعا اس کے لیے جائز ہے جسے عربی زبان بخوبی نہیں آتی ہے، رہے عجمی الفاظ کو شعار بنانا تو اس کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، انتہی۔ اس عبارت سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ خطبہ جمعہ، عیدین، نکاح، استسقاء اور کسوف وخسوف وغیرہ بھی زبان عجم میں نہ پڑھا جائے، بلکہ عربی عبارت کا خطبہ پڑھیں، یہی وجہ ہے کہ جب سے اسلام عجم میں آیا ہے تب سے اب تک خطبہ ہمیشہ عربی ہی رہا، کسی ملک میں بزبان عجم نہیں پڑھا گیا۔

جائز منتر کی شرطیں

امام سیوطی نے لکھا ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ منتر (دَم) کرنا جب جائز ہے کہ تین شرطیں موجود ہوں، ایک یہ کہ منتر اللہ کے کلام یا اسماء وصفات سے ہو، دوسرے یہ کہ عربی زبان میں ہو اور منتر کرنے والا اس کے معنی جانتا سمجھتا ہو، تیسرے یہ کہ منتر کے بارے میں یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ اس میں بذات خود تاثیر شفا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی تقدیر سے ہے، انتہی۔ تمیمہ (تعویذ) وہ چیز ہے جسے نظر بد کے لئے لٹکاتے ہیں، چاہے ہڈیاں ہوں یا نگ یا کسی چیز کا دانہ، اس کے ناجائز ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے، البتہ کاغذ وغیرہ پر آیت قرآن لکھ لٹکانا بعض سلف کے نزدیک جائز ہے، جیسے عبداللہ بن عمرو بن العاص، اور بعض سلف کے نزدیک جائز نہیں ہے، جیسے عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس، یہی قول حضرت حذیفہ وعقبہ بن عامر وغیرہم کا بھی ہے، تابعین کی ایک جماعت بھی اسی طرف گئی ہے، محققین نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے، اس لئے کہ اس سے نہی عام ہے، اس کے عموم کا کوئی مخصص نہیں ہے، دوسرے یہ کہ اس میں سد ذریعہ ہے، تیسری وجہ یہ کہ حالت قضائے حاجت واستنجاء میں اس کی اہانت ہوتی ہے، بہر حال ترک تعویذ بہ نسبت تعلیق کے افضل بلکہ حق وصحیح ہے، مومن کو اسی افضل پر قائم ودائم رہنا چاہئے، یوں تو تقوی واخلاص کے مراتب ہیں، ایک رتبہ دوسرے رتبہ پر فائق ہوتا ہے، لیکن اس کے حاصل کرنے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں، اسی لئے حدیث میں جن ستر ہزار لوگوں کا بغیر حساب جنت میں جانے کا ذکر ہے، ان کی ایک خاص صفت یہ بھی ہے کہ وہ منتر (دَم) نہیں کرتے ہیں، حالانکہ یہ جائز ہے، لیکن متقی وہ شخص ہوتا ہے جو مباح چیز کو اس لئے چھوڑ دیتا ہے کہ کہیں اس میں کراہت وقباحت کا کوئی عنصر نہ ہو۔ ☆☆☆

(۱) ابوداؤد طب (۳۸۶۵)، ابن ماجہ طب: ۲/۱۱۶۷ (صحیح)

سکھ مت

مولانا محمد مستقیم سلفی

گرونانک کی تعلیمات:

(۱) سچائی ہی خدا ہے (۲) سچائی ہی مایا کے بندھنوں سے آزادی دلا سکتا ہے اس لیے اس کو اختیار کرنا چاہئے (۳) اتفاق میں بڑی طاقت ہے (۴) سب کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے (۵) زندگی کو کامیاب بنانے کے لیے لوگوں کی خدمت کرنی چاہئے (۶) گرو کی سیوا کرنے سے خدا مل سکتا ہے (۷) بیڑی، سگریٹ، شراب پینا یا کوئی نشہ کرنا ذلت کی بات ہے (۸) اس دن سے ڈرتا رہ جب خدا تیرا انصاف کرے گا (۹) گنہگار وہ ہیں جنہوں نے حدود الٰہی کو توڑا۔ (مذاہب عالم اور اسلام)

سکھوں کے گرو:

سکھوں کے گرو کل دس گزرے ہیں، ان کے عقیدے کے مطابق خدا ان کے اندر یکے بعد دیگرے حلول کر گیا ہے، چونکہ نانک صاحب نے اپنی زندگی ہی میں اپنے جانشین کا نام نامزد کر دیا تھا، اسی طرح تمام گروں نے یکے بعد دیگرے اپنے جانشین کا انتخاب کر دیا تھا، جن کی تفصیل ترتیب وار ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں:

(۱)	نانک	(۱۴۶۹-۱۵۳۹ء)
(۲)	انگد	(۱۵۰۴-۱۵۵۲ء)
(۳)	امرداس	(۱۴۷۹-۱۵۷۴ء)
(۴)	رام داس	(۱۵۳۴-۱۵۸۱ء)
(۵)	ارجن دیوس	(۱۵۶۳-۱۶۰۶ء)
(۶)	ہرگوبند	(۱۵۹۵-۱۶۶۴ء)
(۷)	گرو ہری رائے	(۱۶۳۰-۱۶۶۱ء)
(۸)	ہری کرشنا	(۱۶۵۶-۱۶۶۴ء)
(۹)	تیغ بہادر	(۱۶۲۱-۱۶۷۵ء)
(۱۰)	گوبند سنگھ	(۱۶۶۶-۱۷۰۸ء)

سکھ مسلمان دشمنی:

اس کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ سکھوں کے نویں گرو تیغ بہادر جب گرو کے عہدے پر فائز ہوئے تو اس وقت بادشاہ اورنگ زیب کی حکومت اپنے شباب پر تھی، سکھ روایت کے مطابق سکھ اورنگ زیب کو ایک متعصب اور جابر بادشاہ کی صورت

میں دیکھتی ہے، جس نے ہندوستان کے غیر مسلم عوام کے خلاف امتیازی سلوک روا رکھا، یہاں تک کہ اس سلسلہ میں اس کو بجز تبدیلی مذہب کرانے میں بھی کوئی عار نہیں تھا، سکھوں کے لیے اس کی سب سے بڑی اور اندوہ ناک مثال گرو تیغ بہادر کا دہلی بلوایا جانا اور مسلمان ہونے سے انکار کرنے پر اورنگ زیب کے حکم سے ان کی شہادت کا واقعہ ہے، سکھوں کے لیے ان کے مذہبی رہنما کا قتل ایک عظیم سانحہ تھا، جس نے ان کے مذہبی جذبات کے عمیق گوشوں کو ہلا کر رکھ دیا، چنانچہ جب تیغ بہادر کے صاحبزادے اور سکھوں کے دسویں گرو گرو گوبند سنگھ گرو ہوئے تو انہوں نے مغل حکومت سے زندگی اور موت کی بازی کو اپنا نصب العین بنالیا اور سکھوں کی اکثریت نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور اس کش مکش کی روح کو اپنے اندر جذب کرکے اس سے اپنی روایت کے خدوخال کی تشکیل کی۔

گرو گوبند سنگھ اپنے والد کی شہادت کے بعد گرو کے عہدے پر فائز ہوئے، اس وقت ان کی عمر بمشکل آٹھ سال کی رہی ہوگی، اگر چہ ان کے والد کی شہادت کا واقعہ ان کے اور پوری قوم سکھ کے لیے ایک زبردست جذباتی ہیجان کا باعث ہوا تھا، لیکن اپنی کم عمری اور محدود وسائل کی وجہ سے مغل حکومت سے انتقام لینے کو نہیں سوچ سکتے تھے، اور خود علاقہ پنجاب میں رہ کر اپنے فنون سپہ گری کی مشقیں بھی نہیں کرسکتے تھے، اس لیے انہوں نے ہمالہ کے پہاڑی علاقہ کو اپنا مستقر بنایا اور تیس سال تک اسی پہاڑی علاقہ میں رہ کر اپنے آپ کو اور اپنے معتقدین کی جماعت کو مغل حکومت سے ایک فیصلہ کن ٹکر لینے کے لیے تیار کرنا شروع کردیا، اپنی تعلیم وتربیت اور فنون سپہ گری کی مشقوں کے علاوہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو ایک منظّم فوج کے انداز میں تربیت دی، جنہوں نے سکھوں کو ایک جنگجو مذہبی جماعت کا رنگ دے دیا۔

سکھوں کے لیے بنائے گئے قوانین:

۱۶۹۹ء میں بیساکھی کے موقع پر گرو گوبند سنگھ نے اپنے مقلدین کے حلقہ میں مزید اتحاد پیدا کرنے کے خیال سے باضابطہ ارادت کا سلسلہ شروع کیا، وفاداری کے سخت ترین امتحان کے بعد سب سے پہلے پانچ سکھ جو مختلف ذاتوں سے تعلق رکھتے تھے ایک مخصوص رسم کے ذریعہ جو ''امرت چکھنا'' کہلاتی ہے مریدین کے حلقہ میں شامل کئے گئے اور ''خالصہ'' کہلائے، اس کے بعد عمومی داخلہ شروع ہوا اور ہزاروں سکھ امرت چکھ کر خالصہ کے زمرے میں داخل ہوگئے، اس رسم نے گرو گوبند سنگھ کے متبعین کی ایک بڑی جماعت تیار کردی، ایسے موقع پر گرو گوبند سنگھ نے کچھ شرعی قوانین وضع کئے اور تمام سکھوں کے لیے اس کو ضروری اور لازم قرار دیا، جسے ذیل میں درج کیا جارہا ہے:

(۱) تمباکو سے مکمل احتراز (۲) حلال گوشت کی ممانعت (۳) مردوں کے لیے اپنے نام میں ''سنگھ'' (شیر) اور عورتوں کے لیے ''کور'' (شہزادی) کا استعمال، اور پانچ چیزیں جو ''ک'' سے شروع ہوتی ہیں سکھوں کے لیے ضروری قرار دی گئیں، اس کی تفصیل یہ ہے: (۱) کیس (بال) (۲) کنگھا (۳) کڑا (ہاتھ میں پہننے کے لیے) (۴) کچھا (جانگیہ) (۵) کرپان (تلوار)۔

خالصہ کی تشکیل کے ذریعہ گرو گوبند سنگھ نے سکھوں کے اندر جو وحدت کی روح پھونکی تھی وہ مغل حکومت سے ٹکرانے کے لیے بے تاب تھی، اور مغل حکومت کے خلاف باغیانہ کاروائیاں شروع کردی جس کے نتیجہ میں مغل حکومت کی فوجیں حرکت میں آگئیں اور اورنگ زیب نے حاکم سرہند کو براہ راست سکھوں سے جنگ کرنے کا حکم دے دیا، حاکم سرہند نے حکم پاتے ہی فوراً سکھوں کے خلاف فوجی کارروائی شروع کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف گرو گوبند سنگھ کی فوجی قوت پارہ پارہ ہوگئی بلکہ ان کے خاندان کے تمام افراد اس تصادم میں مارے گئے، اور وہ خود بدقت بھیس بدل کر اپنی جان بچانے میں کامیاب ہوگئے اور علاقۂ پنجاب کو اپنے لیے خطرناک سمجھتے ہوئے اپنی زندگی کے آخری ایام دکن میں گزارے جہاں ۱۷۰۸ء میں انتقال کرگئے۔ انتقال سے پہلے انہوں نے یہ طے کرلیا کہ آئندہ کوئی آدمی سکھوں کا گرو نہیں ہوگا بلکہ ان کی مذہبی کتاب ''گروگرنتھ صاحب'' ہی ان کے لیے ہمیشہ گرو کا کام کرے گی۔

گرو گوبند سنگھ اپنی زندگی میں مغل حکومت سے اپنے باپ کی شہادت کا بدلہ لینے میں ناکام ضرور رہے، لیکن انہوں نے سکھوں کو جو خالصہ نامی جماعت قائم کردی تھی وہ برابر اپنی جدوجہد میں مشغول رہے اور انہوں نے مغل حکومت کے خلاف دور زوال میں اپنا خوب رنگ دکھایا اور بالآخر مہارانا رنجیت سنگھ (حکمراں ۱۷۹۲ء - ۱۸۳۸ء) کی وسیع حکومت کی صورت میں مکمل ہوئی، دوسری طرف سکھ قومیت کا جو ارتقاء دوسرے گرو انگد صاحب کے دور سے شروع ہوا تھا وہ گرو گوبند سنگھ کے عہد میں تکمیل کو پہنچ گیا اور سکھ مت ایک مستقل مذہب کی شکل میں دنیا کے سامنے آگیا۔

اورنگ زیب کے انتقال کے بعد اس کے جانشینوں کی نااہلی کی بنا پر مغل حکومت دن بدن روبہ زوال ہوتی گئی اور سکھوں نے پنجاب میں لوٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم کردیا اور بے دست وپا عوام سے اپنی بالادستی منوانے میں کامیاب ہوگئے، دوسری طرف احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ کے حملوں نے پنجاب کے علاقے میں مغل حکومت اور مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کے پرزے اڑا دیئے، ۱۷۶۸ء کے قریب سکھ سرداروں نے اپنے مختلف سیاسی حلقے قائم کرلیے اور جمنا سے سندھ تک کے علاقہ میں ایک سکھ ریاستہائے متحدہ بنالی، پھر رنجیت سنگھ نے پنجاب کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ہضم کرکے ایک بڑی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے اور ان کی حکومت کا دائرہ علاقہ کشمیر سے لے کر صوبہ سرحد اور دریائے ستلج سے ملتان تک پھیلا ہوا تھا، اور رنجیت سنگھ مہارانا کے لقب سے مشہور ہوئے، رنجیت سنگھ کا چالیس سالہ کامیاب دور حکومت سکھوں کی سیاسی طاقت کو مضبوط کردیا، لیکن اس کے مرتے ہی سکھ خانہ جنگیوں میں مصروف ہوگئے جس کے نتیجہ میں سکھوں اور انگریزوں کے درمیان جنگیں شروع ہوگئیں اور ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے مہارانا رنجیت سنگھ کے تمام علاقے پر قبضہ جمالیا اور اس طرح سکھوں کی سیاسی طاقت ختم ہوگئی۔ (دنیا کے بڑے مذاہب ملخصا)

سکھوں کے گرودوارے:

سکھوں کے گرودوارے پنجاب کے اکثر علاقوں میں پائے جاتے ہیں جن میں سے سب سے زیادہ مشہور

گرودوارہ امرتسر، گرداس پور اور فیروز پور کے اضلاع میں ہیں، سکھوں کے نزدیک سب سے زیادہ مقدس گرودوارہ امرتسر کا ''گولڈن ٹمپل''، یعنی ''دربار صاحب'' اور گرونانک کی جائے پیدائش یعنی ننکانہ صاحب ہیں، جہاں ہر سال مقررہ وقت پر میلے لگتے ہیں اور ہر سکھ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ تو امرتسر کے گرودوارہ میں ضرور حاضری دے۔ (تقابل ادیان)

گولڈن ٹمپل یہ سکھوں کے پانچویں گرو ارجن دیو کی تعمیر کرائی ہوئی ہے، یہ عبادت گاہ تعمیر کرا کے گرو ارجن دیو نے سکھوں کو جغرافیائی اعتبار سے بھی ایک مذہبی مرکز فراہم کردیا، اس مقام پر سکھ گروؤں کی مستقل رہائش اور ان کی ذات میں ''میری'' اور ''فقیری'' (سیاست اور مذہب) کے امتزاج کے باعث یہ جگہ سکھوں میں ''دربار صاحب'' کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

اس سے مختلف قسم کا ایک اور اقدام جس نے سکھوں کی مذہبی اور سیاسی تنظیم کو مزید مستحکم کردیا وہ ارجن دیو کا سکھوں سے عشر وصول کرنے کا انتظام تھا، اس سے پہلے بھی سکھ گروؤں کے عقیدت مندان کی خدمت میں نذرانے پیش کرتے تھے، جس سے سکھوں کے اجتماعی کاموں یا عوامی تعمیرات وغیرہ میں مدد ملتی تھی، لیکن گرو ارجن دیو نے اجتماعی تنظیم کے سلسلہ میں اس امر کی اہمیت کے پیش نظر ان نذرانوں کو ایک باضابطہ اور منظم شکل دینے کا قدم اٹھایا، انہوں نے یہ طے کردیا کہ آئندہ ہر سکھ اپنی سالانہ پیداوار کا دسواں حصہ بطور گرو کے نذرانہ کے اجتماعی خزانہ کے لیے وقف کردے گا، اس رقم کی وصولیابی کے لیے انہوں نے سکھوں کے ہر حلقہ میں ایک عامل مقرر کردیا جو حلقہ کے تمام سکھوں سے گرو کے حصہ کی رقم وصول کرکے بیساکھی کے موقع پر گرو کی خدمت میں ''دربار صاحب'' میں حاضر ہوتا تھا، اس طرح سکھوں کی تنظیم کے لیے ایک مضبوط معاشی بنیاد قائم ہوگئی۔ (دنیا کے بڑے مذاہب)

سکھ مت کے شب و روز:

سکھوں کے شب و روز معمولات کچھ اس طرح ہیں کہ وہ صبح سویرے اٹھ کر سب سے پہلے غسل کرتے ہیں، اس کے بعد مخصوص بھجن گائے جاتے ہیں اور دعائیں پڑھی جاتی ہیں، اس کے بعد اپنے معمولات سے فراغت پا کر رات کو بھجن اور دعائیں پڑھنے کی ایک اور رسم ہوتی ہے۔

سکھ اجتماعی عبادت کے لیے اپنے عبادت خانے میں جسے گرودوارہ کہا جاتا ہے اکٹھے ہوتے اور ملتے ہیں جہاں سب سے اہم ترین عبادت ''گروگرنتھ'' کو پڑھنا ہے، اس کی مختلف دعائیں، بھجن، وعظ اور لنگر کا کھانا بھی اسی اجتماع کا حصہ ہے۔

چونکہ اب سکھوں میں گرو کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے اس لیے سکھ برادری کا کوئی فرد بھی اجتماعی خدمات انجام دے سکتا ہے، اسی طرح عبادت کے سلسلہ میں ذات پات یا اختلاف جنس کی کوئی قید نہیں بلکہ تمام فرقوں کے مرد و عورت اکٹھے ہو کر عبادت کرتے ہیں۔ (تقابل ادیان)

☆☆☆

اسلام ایک آسان دین ہے

عبدالرحیم محمد یونس ف۳
متعلم جامعہ سلفیہ، بنارس

شریعت اسلام جو تمام شرائع کے لیے ناسخ ہے، جسے اللہ نے روئے زمین پر تمام لوگوں (نر و مادہ، قوی وضعیف، غنی وفقیر، عالم وجاہل، صحیح ومریض) کے لیے اتارا ہے، اسی لیے اللہ کے فضل وکرم سے اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بڑا ہی آسان وسہل ہے۔

احکام وعقائد، اخلاق ومعاملات، اصول وفروع بلکہ پوری شریعت میں آسانی دین اسلام کا مقصد اور عام خوبی وصفت ہے۔

رب العزت نے اپنے بندوں کو مشقت آمیز چیزوں کی تکلیف نہیں دی بلکہ دین میں رفق وسہولت پیدا کردی۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر﴾ (البقرة:۱۸۵)

اللہ کا تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ ہے سختی کا نہیں۔

نیز دوسری جگہ فرمایا: ﴿يريد الله أن يخفف عنكم وخلق الانسان ضعيفا﴾ (النساء:۲۸)

اللہ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کردے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

نیز سورہ حج میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿هو اجتباكم وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ (الحج:۷۸)

اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔

چونکہ دین اللہ کا پسندیدہ اور نازل کردہ دین ہے، لہذا اس کے احکام آسان ہیں اور تکلف ومشقت سے کوسوں دور ہیں اور انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہیں، ارشاد الٰہی ہے: ﴿لا يكلف الله نفسا الا ما أتاها سيجعل الله بعد عسر يسرا﴾ (الطلاق:۷) کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اتنی ہی جتنی طاقت اسے دے رکھی ہے، اللہ تنگی کے بعد آسانی وفراغت بھی کردے گا۔

تنگی ودشوار اور رخصت وسہولت کا مفہوم:

ایسا عمل جو انسانی نفس کے لیے تھکن کا باعث اور جسم کے لیے بوجھل نہ ہو وہ آسان ہے۔

اور جو عمل نفس کو تھکا دے اور جسم کو بوجھل کردے تو وہ انسانوں کے لیے باعث مشقت ہوتا ہے، جیسے راہبوں، عابدوں اور صوفیاء کے اعمال جو اسلام کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کے بھی منافی ہیں۔ "لا رهبانية فى الاسلام" (شرح السنہ) اسلام رہبانیت کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم﴾ (الحدید:۲۷) ہاں رہبانیت (ترک دنیا) تو ان لوگوں نے ازخود ایجاد کرلی تھی، ہم نے ان پر اسے واجب نہ کیا تھا۔

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے: "إن هذا الدين متين، فأوغلوا فيه برفق" (أخرجه أحمد وحسنه الالبانی فی صحیح الجامع: ۲۲۴۶) بے شک یہ دین ٹھوس اور پختہ ہے تو دین کو پوری آسانی کے ساتھ اپناؤ۔ محجن بن ادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ان خير دينكم أيسره، إن خير دينكم أيسره، إن خير دينكم أيسره" (رواہ احمد وحسنہ الشیخ

الالبانی فی الادب المفرد:۳۴۱) آپ ﷺ نے ۳؍مرتبہ زور دے کر فرمایا: ''بے شک تمہارے دین کی سب سے بڑی خوبی واچھائی اس کا نہایت آسان ہونا ہے''۔

اور حضرت مِحجَن سے ایک دوسری روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إنكم أمة أريد بكم اليسر" (رواہ احمد، حسن لغیرہ) کہ بے شک تم ایسی امت (قوم) ہو کہ تم سے آسانی کا ارادہ کیا گیا ہے۔

نیز فرمایا آپ ﷺ نے: "إن الدين يسر ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه" (رواہ البخاری:۳۹) بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا۔

آیات واحادیث سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام ہر طرح سے آسان ہے، اس کے اصولی وفروعی احکام اور جس قدر اوامر ونواہی ہیں سب میں اسی حقیقت کو ملحوظ رکھا گیا ہے مگر افسوس کہ بعد کے زمانوں میں رسم ورواج کو اسلام سمجھ کر دین کو کس قدر مشکل بنالیا گیا ہے۔

اسلام کا ماخذ اللہ کا کلام اور نبی ﷺ کی سیرت اور آپ کا فرمان ہے، کلام الٰہی کا اسلوب فہم وتلاوت، ذکر وحفظ کے لیے آسان کردیا گیا ہے، ارشاد الٰہی ہے: "ولقد يسرنا القرآن للذكر فهل من مدكر" (القمر:۱۷) اور یقیناً ہم نے قرآن کو پند ووعظ کے لیے آسان کردیا ہے، پس کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔

قرآنی اسرار ورموز جنہیں ماہرین علماء دین سمجھتے ہیں اور وہ عام فہم نہیں ہوتے، لیکن پھر بھی تلاوت قرآن کا سننا عوام کے لیے ملول واکتاہٹ کا باعث نہیں ہوتا بلکہ سماعِ قرآن کے ذریعے وہ روحانی لذت اور ذہنی سکون پاتے ہیں۔

نبی رحمت ﷺ جنہیں دین رحمت کے ساتھ دنیا والوں کی ہدایت کے لیے رحمۃ للعالمین (سارے جہان والوں کے لیے رحمت) بنا کر بھیجا گیا جیسا کہ قرآن شاہد ہے: ﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾ (الانبیاء:۱۰۷) اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

سورہ توبہ: ۱۲۸ میں یوں فرمایا: ﴿ولقد جاء كم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم﴾ تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر آئے ہیں جو تمہارے ہی جنس سے ہیں جن کو تمہارے نقصان کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہارے فائدے کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق ومہربان ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر رب العزت فرماتا ہے: ﴿ويضع عنهم اصرهم والأغلال التي كانت عليهم﴾ (الاعراف:۱۵۷) ترجمہ: اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔

حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لیکن افسوس! اس امت نے اپنے طور پر رسوم ورواج کے بہت سے بوجھ اپنے اوپر لادلیے ہیں اور جاہلیت کے طوق زیب گلو کرلیے ہیں، جن سے شادی اور مرگ دونوں عذاب بن گئے ہیں، هداها الله تعالى.

نبی ﷺ خود فرماتے ہیں کہ: ''بلاشبہ اللہ نے مجھے سختی کرنے والا اور تکلیفیں پہنچانے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ رہنمائی کرنے والا اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (رواہ مسلم:۳۶۹۰) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "ان الله لم يبعثنى معنتا ولا متعنتا، ولكن بعثني معلما ميسرا"۔

آپ ﷺ فطری تقاضوں کو پورا کرتے اور کرنے کا حکم دیتے جیسا کہ اپنی ذات کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: "لكني أصوم وأفطر وأصلي وأرقد وأتزوج النساء فمن رغب عن سنتي فليس مني" (رواہ البخاری:۵۰۶۳) یعنی میرا طریقہ یہ ہے کہ میں روزہ رکھتا ہوں اورنہیں بھی رکھتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں اور شادی بھی کی ہے، پس جو میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ میرے راستے پر نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة"۔ (رواہ الترمذی:۲۲، وصحہ الالبانی رحمہ اللہ)

اگر میں اپنی امت کے لیے باعث دشواری نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے لیے مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ گویا آپ کس قدر خیر خواہ تھے کہ امت کو کسی لمحہ بھی دشواری میں نہیں دیکھنا چاہتے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں: "اني أرسلت بحنيفية سمحة" (رواہ احمد:۶/ ۱۱۶، ۲۳۳) مجھے آسان دین حنیفی کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

معصوم بچوں کے رونے کی وجہ ماں کی اضطرابی کیفیت کی بنا پر آپ ﷺ نماز ہلکی اور مختصر کر دیتے تھے، آپ فرماتے ہیں: "والله إني لأسمع بكاء الصبي، وأنا في الصلاة فأخفف مخافة أن تفتتن أمه" (رواہ الترمذی:۳۷۶ وصحہ الالبانیؒ) اللہ کی قسم میں حالت نماز میں جب بچوں کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو (طوالت کے ارادے کے باوجود) بچے کی ماں کے ذہنی انتشار کے خوف سے نماز ہلکی کر دیتا ہوں، اسی آسانی اور نرمی کا حکم اپنے امتیوں کو دیتے ہوئے فرمایا: "انما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين" (رواہ ابوداود وصحہ الالبانیؒ فی صحیح الجامع: ۲۳۵۰) بے شک تمہیں آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ تم دشواری پیدا کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو۔

اسلامی عقائد

دین کے اصول وعقائد کے مقاصد ودلائل بڑے واضح اور صاف ہیں اور اللہ کے اسماء وصفات اور قدرت وکمال، فرشتوں، کتابوں، نبیوں، آخرت کے دن اور تقدیر کی بھلائی وبرائی پر ایمان ویقین رکھنے والا ہی سچا مومن ہے۔

آسمان وزمین اور تمام مخلوقات میں غور کرنے والوں کے لیے اس کے دلائل ظاہر ہیں اور روئے زمین کی سیر اور اقوام گزشتہ کے انجام سے عبرت حاصل کرنے والے مذکورہ چیزوں پر پختہ ایمان رکھتے ہیں۔

اس سلسلے میں ہمیں اصحاب رسول، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے مسلک وطریقے کو اپناتے ہوئے بے جا تکلف اور بہ کثرت سوالات واختلافات سے گریز کرنا چاہئے، جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: "إياكم والتنطع، إياكم والتعمق، وعليكم بالعتيق" (أخرجہ الدارمی فی مقدمۃ سننہ:۱۴۲-۱۴۳)

تکلف، غلو اور بے جا غور وفکر سے بچو اور سلف صالحین کے منہج (طریقہ) کو لازم پکڑو۔

احکام شریعت:

شریعت محمدیہ نے مکلفین کے احوال وظروف (صحت، بیماری، حضر، سفر) اور اضطراری حالت کی ہر ممکن رعایت کی ہے۔

نیز توحید الٰہی کے بعد عظیم الشان عبادت، فرض نماز میں کمی (۵۰ سے ۵ ہو جانا) بھی سہولت کے خاطر ہوئی لیکن ثواب وانعام

میں کمی نہیں ہوئی اور اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو یوں خوشخبری دی: "هي خمس وهي خمسون لا يبدل القول لدي" (رواہ مسلم: ۴۱۵) یہ ۵؍نمازیں ان ۵۰؍نمازوں کے برابر ہیں، اجر وثواب میں میری بات بدلتی نہیں ہے، سبحان اللہ بندوں پر اللہ نے کیسی عظیم عنایت کی، پڑھیں تو ۵ نمازیں اور ثواب ۵۰؍نمازوں کا ملے، "من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها" (الانعام:۱۶۰) جس نے ایک نیکی کی اسے دس نیکیوں کے برابر ثواب ملے گا، انسانی عوارض کے پیش نظر نماز کی ادائیگی میں آسانی کرتے ہوئے فرمایا: "صل قائما فإن لم تستطع فقاعدا فإن لم تستطع فعلى جنب" (رواہ الترمذی:۳۷۲ وصححہ الالبانیؒ) نماز کھڑے ہوکر پڑھو اگر اس کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھو اور اس کی بھی گنجائش نہ ہو تو لیٹ کر (کروٹ) پڑھو۔

ارشاد الٰہی ہے: "لا يكلف الله نفسا إلا وسعها" (البقرۃ:۲۸۶) اللہ تعالی کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

حسب ضرورت مسلمان ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو اکٹھا کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں اور مسافر کو ۴؍رکعت والی نمازیں کم کر کے ۲؍رکعت پڑھنے کی رخصت حاصل ہے، نماز کے لیے طہارت شرط ہے، لیکن جب پانی نہ ملے یا پانی کا استعمال دشوار کن ہو تو تیمّم کے ذریعہ طہارت کی اجازت دی اور اس کی حکمت یوں بیان فرمائی: "ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج ولكن يريد ليطهركم" (المائدہ:۶) اللہ تعالی تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا ہے۔

نبی ﷺ سے صحابہ نے بہ کثرت نوافل کا اہتمام کرنے والی ایک عورت کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "مَهْ عليكم بما تطيقون فوالله لا يمل الله حتى تملوا" سنو! تم پر اتنا ہی عمل واجب ہے جتنے عمل کی تمہارے اندر طاقت ہے، قسم ہے اللہ کی (ثواب دینے سے) وہ اکتاتا نہیں ہے، مگر تم (عمل کرتے کرتے) اکتا جاؤ گے۔ (رواہ البخاری:۴۳)

اماموں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "إذا أم أحدكم فليخفف، فإن فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض" (رواہ الترمذی:۲۳۶ وصححہ الالبانی رحمہ اللہ) جب تم میں سے کوئی امامت کرے لوگوں کی تو ہلکی نماز پڑھائے، اس لیے کہ نمازیوں میں چھوٹے، بڑے، کمزور ومریض (حاجت مند) ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

روزہ جو ہم سے پہلے کے لوگوں پر بھی فرض تھا اور ہمارے لیے بھی واجب ہے اور روزہ خوروں کے لیے وعید ہے، اگر مسافر ومریض کا روزہ چھوٹ جاتا ہے تو وہ بعد میں رکھ سکتا ہے، کوئی حرج نہیں، کیونکہ اسلام آسانی پیدا کرتا ہے اور سفر ومرض میں روزہ رکھا تو جا سکتا ہے لیکن جن کے لیے دشواری ہے تو وہ بعد میں خوشی خوشی رکھ سکتے ہیں، ارشاد الٰہی ہے: "فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر" (البقرۃ:۱۸۵) یعنی رمضان المبارک کے مہینہ کو پائے وہ اس میں روزہ رکھے، لیکن مریض ومسافر چھوٹے ہوئے روزے بعد میں پورا کرسکتے ہیں۔

اخیر میں دعا ہے کہ الہ العالمین ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم دین کو اس کی سہولت وآسانی کے ساتھ سمجھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں، آمین۔

☆☆☆

رب کی ابتلاء سے......

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری سلفی
بھوارہ، مدھوبنی، بہار

نبی ﷺ پوری انسانی تاریخ میں خالق و مالک کائنات، رب کریم ورحیم کے سب سے چہیتے، محبوب اور صالح ترین بندے تھے۔ ایسے میں ان پر رب کریم کی عنایتوں، نوازشوں اور مہربانیوں کی انتہا نہیں ہوسکتی اور نہ ہوئی، بہ ایں ہمہ آپ ﷺ کی منفرد ترین سیرت میں ہمیں یہ سبق اور نصیحت ملتی ہے کہ آپ ﷺ بکثرت اللہ سے یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ الٰہی! مجھے اپنی اطاعت پر ثابت قدم رکھ۔ الٰہی! مجھے اپنے دین پر قائم ودائم رکھ۔ الٰہی! مجھے اپنی اطاعت وفرماں برداری دین پر ہمہ دم رواں ودواں اور جواں رکھو اور یوں ہمیں اپنے فضل وکرم سے دارین کی عزت وفلاح عطا کر، اپنے امتحان وابتلاء سے محفوظ رکھ، دوسروں کے لیے شان عبرت مت بناؤ، ہم پر سدا اپنا کرم نازل فرما۔ نبی ﷺ کے ذریعہ از حد کثرت سے مانگی گئی اس دعا کو محض آپ کی عاجزی وانکساری پر ہی محمول کر اس عجز وتواضع کی نصیحت حاصل کرنے کی بات کہہ کر اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس سے آگے ایک اور پیغام خاص اور اہم نصیحت یہ ہے کہ ہر صاحب دین وایمان کو ہمیشہ اللہ کی اس گرفت اور ابتلاء سے بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے کہ پتہ نہیں اللہ کب، کس کے ساتھ اور کس طرح کا معاملہ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی شان خاص ہے اور اس کی حکمت وہ اور بس وہی جانتا ہے۔ نبی ﷺ کے ذریعہ دعائے قنوت میں دی گئی یہ تعلیم کہ اے رب ہمارے ساتھ جو (شر) کا فیصلہ تو نے کردیا ہے اس سے ہمیں بچاؤ (وقني شر ما قضيت)۔ اور اس مفہوم کی تعلیم سید الاستغفار والی میں بھی موجود ہے۔ اس سے اس بات کی وضاحت اور تاکید ہوتی ہے کہ اللہ نے اگر خدانخواستہ، کسی کے حق میں کسی شر کا بھی فیصلہ کردیا ہے تو اس سے بھی بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ بین السطور میں اس کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ تقدیر کا فیصلہ ہر چند کہ اٹل اور پتھر کی لکیر ہے (ما يبدل القول لديّ وما أنا بظلام للعبيد) بہ ایں ہمہ اللہ کے نبی کی تعلیم ہے کہ اللہ کے فیصلے میں درحقیقت کبھی بھی تغیر اور تبدیلی نہیں ہوتی مگر ہاں اس کے فیصلے کو بس دعا ہی تبدیل کرتی ہے (لا يرد القدر الا الدعاء) کہ اللہ تقدیر کے فیصلے میں ہی یہ فیصلہ اور مقدر کردیا ہوتا ہے کہ اس فیصلے میں تبدیلی تب ممکن ہے جب اللہ سے بندہ اس کی دعا کرے گا۔ معلوم ہوا کہ دعا کرنا چاہئے۔ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اس لیے بھی یہ لازم ہے کہ یہ سراپا عبادت بھی ہے (ان الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين) اس لیے بھی یہ ضروری ہے کہ مبادا تقدیر میں کسی شر کا فیصلہ اگر آپ کے حق میں ہوچکا ہے تو دعا کی برکت سے اللہ اسے مٹا دیتا ہے......لہٰذا دعا میں دارین کی فلاح وصلاح کے ساتھ رب کی ابتلاء میں مبتلا ہونے سے بھی بچنے کی دعا لازمی ہے۔ اللہ کی پکڑ میں آنے سے محفوظ رہنے کی فریاد کرتے رہنا ضروری ہے۔ کتاب الکبائر میں علامہ ذہبیؒ نے ایک عنوان ہی اسی عنوان سے قائم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر بندۂ مومن کو اللہ سے اس بابت دعا کناں اور فریاد کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ اسے اپنی اطاعت ودین پر ثابت قدم رکھے۔ پھر اس ضمن میں کئی آیات واحادیث کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ جب حضرت آدم اور ملائکہ سمیت ابلیس کا معاملہ ختم ہوا یعنی سجدے کا حکم ہوا اور سبھوں نے سجدۂ آدم کیا اور ابلیس نے انکار کیا۔ نتیجۃً اللہ کی نافرمانی کے سبب ابلیس مغضوب وملعون اور مطعون ہونے کے بعد راندۂ درگاہ ہوا تو حضرت جبرئیل اور میکائیل بے حد زار وقطار رو رہے تھے۔ اللہ نے

رونے کا سبب دریافت کیا تو ان دونوں نے کہا کہ اے اللہ ہم تیرے ان برے فیصلوں سے ڈرتے ہیں جو اپنی مشیت سے جس کے حق میں چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہمیں یہ خوف واندیشہ ستا رہا ہے اور اسی اندیشے کے سبب ڈر سے روتے ہیں کہ کہیں ہمارے ساتھ تیرا بھی معاملہ برا نہ ہوجائے۔ ابلیس ہمارے ہی بیچ رہتا تھا، تیرا فرماں بردار تھا، اس پر تیرا بڑا انعام واعزاز تھا، مگر یہ کیا آج کا دن ہے اور اس کی مٹی پلید ہوچکی ہے، اس کی زندگی اجیرن اور دوسرے کے لیے سرتاپا بڑی ہی عبرت ونصیحت، رہتی دنیا تک کے لیے، بن چکی ہے۔ الٰہی! بس یہی خوف واندیشہ ہے جس کے سبب ہم روئے جاتے ہیں کہ پتہ نہیں کہیں ہمارے ساتھ بھی تو شر کا ایسا معاملہ فرمادے.......... اللہ رب العزت نے فرمایا ہاں! تم اسی طرح رہو، زندگی یوں ہی ایسے ہی مزاج ونفسیات میں گذارو، اللہ کے خوف کے سایے میں زندگی گذارو، اللہ سے ایسے شر سے بچنے کی دعا کے ساتھ اللہ سے ڈر کر زندگی گذارتے رہو...... اور ہاں! یہی وہ بات ہے جو نبی ﷺ کی سیرت میں موجود اور ہمارے لیے نمونہ بھی، جس کا ذکر ابتدائی سطور میں ہوچکا، ہر مسلمان کو اللہ سے ایسی دعائیں بکثرت اور سدا کرتے رہنا چاہئے۔

علامہ بغوی ؒ نے اپنی تفسیر میں اور البدایہ والنہایہ سمیت تاریخ کی دوسری کئی مستند کتابوں میں برصیصاء العابد کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ اللہ کا کتنا اطاعت شعار، عبادت گذار اور نیک بندہ تھا، مگر بنواسرائیل کے اس صالح مومن بندے کے ساتھ آخر کار وہ معاملہ ہوا کہ اس کی موت شرک وکفر پر ہوئی اور اس طرح بنواسرائیل ہی کے ایک ایسے شخص کا واقعہ قرآن میں بیان ہے، جس کو بعض مفسرین بلعام بن باعوراء کا نام دیتے ہیں...... ان کے ساتھ بھی ابتلاء وآزمائش کا ایسا ہی معاملہ ہوا اور (ولكنه أخلد الى الأرض واتبع هواه فمثله كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث أو تتركه يلهث – پ۹، آیت: ۱۷۵)۔

بہ ایں ہمہ مصائب وآلام اور ابتلاء وآزمائش اپنے بندوں کے ساتھ، اللہ کا معاملہ ازل سے ہے۔ (لقد خلقنا الإنسان في كبد) بالخصوص ایک صاحب ایمان کے لیے تو یہ ایک کسوٹی ہے اور اس کے ایمان کی صلاح وفلاح کے لیے پرکھ اور میزان ہے۔ اللہ کی رضا، اس کی جنت کے حصول اور اس کا محبوب ومکرم ہونے کے لیے اس پل صراط سے گذرنا لازمی ہے۔ کہ اللہ نے اس حقیقت وصداقت کا اعلان قرآن میں کئی جگہ کیا ہے، مثلاً اللہ نے ایک جگہ فرمایا: (أم حسبتم أن تدخلوا الجنة ولما يعلم الله الذين جاهدوا منكم ويعلم الصابرين)۔ اس طرح ایک اور جگہ فرمایا: (أحسب الناس أن يتركوا أن يقولوا آمنا وهم لا يفتنون)۔ پھر قرآن کی آیات اور نبی ﷺ کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن کے لیے اس کے ساتھ اللہ ہر معاملۂ شر وخیر میں عجیب ہے، اسے کوئی خوشی اور خیر پہنچے اور اس پر شکر یہ ادا کرے تو اس میں اس کے لیے خیر ہے اور اگر مصیبت آئے اور اس پر صبر کرے تو اس میں بھی اس کے لیے خیر ہے۔

آیات واحادیث سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع شر میں بھی کبھی کبھی خیر ہوتا ہے، مثلاً مصیبت خواہ وہ بیماری ہو یا غربت وتنگی، حادثات ہوں یا زندگی کی دوسری پریشانیاں ان پر صبر کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ صبر کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے۔ صبر کے ہی تعلق سے صابرین کے اجر کا شمار واندازہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ صبر کا بدلہ جنت ہے۔ صابرین پر اللہ کی صلوات اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ یہی لوگ ہدایت پر قائم ہیں۔ مصائب وآلام کے بھی درحقیقت، اگر ہم ان پر صبر کریں، منافع وفوائد ہیں، ہماری زندگی میں یہ اصلاح کے کام کرتے ہیں، ہمیں غفلت سے بیدار کرتے ہیں، ہمیں اللہ سے قریب کرتے ہیں، دعا وفریاد کے لیے مجبور کرتے ہیں، مصائب پر آپ صبر کریں اس سے اللہ خوش ہوتا ہے، دشمن کو چوٹ پہنچتی ہے، آدمی حوصلہ وہمت حاصل کرتا ہے، بزدل نہیں بنتا، یہی

ہمت مرداں مدد خدا کا باعث بنتا ہے۔ کل ملا کر مصائب وآلام، ابتلاء وآزمائش اللہ کے وہ فیصلے ہیں جو ہمیں صاحب ایمان بنانے کا کام کرتے ہیں، انگریزی کا مقولہ ہے:

"Sorrow, not happiness, it makes a man complete .....".

☆☆☆

بقیہ درس قرآن……

اس کا یاد کرانا اور اس کو بیان کرانا بھی میرا کام ہے۔ یہ تو نزول کے وقت سینے میں محفوظ کرنے کی بات ہوئی۔ اب اس کو سینے سے آنے والی نسل انسانی کے لیے محفوظ کرنے پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن کی ہر آیت اسی زمانہ میں آپ ﷺ کی ہدایت پر لکھی جا چکی تھیں، چنانچہ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی وفات کو ایک سال بھی نہیں ہوا تھا کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر کتابی شکل میں لکھوا دیا اور کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس کام کا مکلّف بنایا۔ صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ بیان محفوظ ہے کہ جب مقتل اہل یمامہ کی خبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے پاس موجود تھے، (اس جنگ میں ستر اجلہ صحابہ شہید ہو گئے تھے)، حضرت عمر نے فرمایا کہ یمامہ میں قراء کے شہید ہونے سے مجھے خوف ہے کہ اسی طرح قراء شہید ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ بھی جا سکتا ہے، اس لیے اس کو لکھوا لیا جائے، میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو جمع قرآن کا حکم کرنا چاہئے، چنانچہ خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ابھی جوان ہو اور اللہ کے رسول ﷺ کی وحی کو لکھا کرتے تھے تو جاؤ قرآن کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور سب کو ایک جگہ جمع کرو۔ چنانچہ انہوں نے قرآن مجید کو جہاں جہاں لکھا ہوا تھا سب ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک جگہ جمع کر دیا۔ یہ مرتب اور لکھا ہوا مکمل قرآن خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھا اور آپ کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر کے انتقال کے بعد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ (صحیح بخاری: ۴۷۰۱)

پھر خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسی نسخہ سے نقل کرکے قرآن کے نسخے ہر طرف پھیلائے گئے جو آج تک اپنی اصلی صورت پر دنیا میں جاری وساری ہے۔

صحیح بخاری (۴۷۰۲) میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ شام میں آرمینیہ وآذربائیجان کی جنگ کے موقع پر جو عراقیوں سے ہو رہی تھی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا قرآن مجید کی تلاوت میں کافی اختلاف رونما ہو رہا ہے، آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال سے مطلع کیا اور فرمایا کہ اے امیر المؤمنین اس سے پہلے کہ یہ امت یہود ونصاری کی طرح اللہ کی کتاب میں اختلاف میں پڑے آپ امت کی اصلاح کیجئے، چنانچہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے قرآن کا نسخہ منگایا اور حضرت زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحارث رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس کے نسخے بنائیں اور آفاق میں اسی کو جاری کیا جائے اور بقیہ تمام نسخے ختم کر دیئے جائیں۔

یہ اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے جو آج دنیا میں اللہ کی نگرانی میں محفوظ ہے اور جس کے کروڑوں نسخے کتابی شکل میں اور انسانوں کے سینے میں پائے جاتے ہیں، کسی میں نہ کمی ہے نہ زیادتی اور اگر کوئی کمی یا زیادتی کی کوشش کرتا ہے تو وہ خود ذلیل ورسوا ہو جاتا ہے۔ (جاری)

☆☆☆

اخبار جامعہ

جامعہ سلفیہ بنارس میں نیا داخلہ اور آغاز تعلیم:

جامعہ سلفیہ بنارس میں تعلیمی سال ۱۳-۲۰۱۲ء کے لیے نئے داخلہ کا کام بحسن وخوبی مکمل ہوا، حسب پروگرام متوسطہ اولی، عالم اول، فضیلت اولی، شعبۂ حفظ اور شعبۂ تجوید کے لیے تحریری وشفوی داخلہ امتحان ۲۵و۲۶/جون کو لیا گیا، اور (۸۲) طلبہ کا داخلہ عمل میں آیا، نیز شاخ سے آنے والے طلبہ کی تعداد (۱۱۲) ہے۔

جامعہ میں نئے تعلیمی سال کی تعلیم کا آغاز بروز سنیچر ۳/جولائی ۲۰۱۲ء کو کردیا گیا۔

مولانا محمد حنیف فیضی رحمہ اللہ کی رحلت:

جامعہ سلفیہ کے سابق استاذ مولانا محمد حنیف فیضی رحمہ اللہ بروز جمعرات بتاریخ ۱۷/مئی ۲۰۱۲ء ایک طویل بیماری کے بعد وفات پاگئے، آپ وفات سے پہلے بنارس کے ایک پرائیویٹ نرسنگ ہوم میں زیر علاج تھے، اعزہ واقارب نے افاقہ نہ ہونے کی وجہ سے مشورہ کے بعد مولانا کو مئو واپس لے جانے کا فیصلہ کیا اور وہاں پہنچ کر وقت موعود آپہنچا۔

نیک، شریف، سادہ اور خوش مزاج طبیعت کے مالک تھے۔

جامعہ سلفیہ میں آپ نے تقریبا ۲۱/سال تدریس کی خدمت انجام دی اور اہم وبڑی کتابیں آپ کے زیر تدریس رہیں، طلبہ آپ کے طرز تدریس سے مطمئن اور خوش رہا کرتے، آپ ہر کتاب کو بہت ہی محنت سے پڑھاتے تھے، اور اساتذہ کے درمیان بھی آپ محترم ومحبوب تھے، آپ کی موجودگی عموما اساتذہ کی مجلسوں کو خوش گوار اور بسا اوقات قہقہ زار بنا دیتی۔ بیماری کی وجہ سے جامعہ سے جانے کے بعد آپ کی عدم موجودگی کا احساس برابر ہوتا رہا، اللهم اغفر له وارحمه وأسكنه فسيح جناته.

نتیجہ سالانہ امتحان ۳۳-۱۴۳۲ھ=۱۲-۲۰۱۱ء جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

بفضلہ تعالی حسب سابق امسال جامعہ کا سالانہ امتحان بتاریخ: ۵/مئی ۲۰۱۲ء کو شروع ہوا اور بتاریخ: ۱۷/مئی ۲۰۱۲ء کو اختتام پذیر ہوا۔

اجمالی خاکہ برائے نتیجہ سالانہ امتحان

جماعت	کل تعداد طلبہ	شریک امتحان	کامیاب	ناکام	کامیابی کی تفصیل				
					ممتاز	جید جدا	جید	مقبول	ناجح
فضیلت ثالث	53	53	52	1	3	46	3		
فضیلت ثانی	39	37	36	1	1	27	2		6
فضیلت اول	59	57		1		49	4		3
عالم ثانی	120	116	111		3	94	19		
عالم اول	147	140	137	3	17	89	8		23
ثانویہ ثانیہ	37	37	37		1	26	10		
ثانویہ اولی	28	27	32		5	18	4		
متوسطہ ثالثہ	30	29	27	4	1	9	2		13
متوسطہ ثانیہ	23	23	23		2	17	1		3
متوسطہ اولی	32	29	28	1	5	9	2		12
شعبۂ حفظ	45	45	45		8	17	20		
شعبۂ تجوید ثانیہ	2	2				2			
شعبۂ تجوید اولی	4	3			1	2			

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری جامعہ سلفیہ

☆ **سعودی ولی عہد ووزیر داخلہ کی وفات:** سعودی عرب کے ولی عہد اور وزیر داخلہ شہزادہ نایف بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا جنیوا میں ۱۶/جون ۲۰۱۲ء کو انتقال ہوگیا، آپ کا جسد خاکی سعودی طیارہ سے جدہ لایا گیا اور نماز جنازہ حرم مکی میں ۱۷/جون ۲۰۱۲ء کو بعد نماز مغرب امام حرم شیخ سعود الشریم نے پڑھائی، اور اس کے بعد شیخ کو آبدیدہ دیکھا گیا۔ خادم الحرمین الشریفین اور کئی ممالک کے سربراہان ونمائندگان جنازہ میں شریک تھے اور مکہ مکرمہ کے العدل نامی قبرستان میں آپ کو دفن کیا گیا۔

شہزادہ نایف مضبوط شخصیت اور مضبوط ارادہ کے مالک تھے، ۱۹۷۵ء سے وزارت داخلہ کا قلمدان آپ کے ہاتھوں میں تھا، اور اس طویل مدت میں سعودی عرب کے اندر امن وامان کے قائم رکھنے اور مختلف قسم کے فتنوں سے مقابلہ کرنے میں جس حکمت وتدبر کا آپ نے مظاہرہ کیا دنیا نے اسے تسلیم کیا اور سراہا ، اور اسی لیے آپ کو نایف الامن (امن کا امین رنایف) کہا جاتا تھا، آپ کی شخصیت کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ جس فکر ومنہج پر حکومت سعودی عرب کو قائم کیا گیا تھا آپ اس کے علمبردار اور محافظ تھے اور اپنے خطابوں میں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کرتے تھے کہ یہ حکومت خالص سلفی منہج وفکر پر قائم ہے اور اسی منہج کے اختیار کرنے کی یہ برکت ہے جس سے اللہ نے اس ملک کو نوازا ہے، اور جسے ہم دیکھ رہے ہیں اور محسوس کر رہے ہیں، اگرچہ اعداء وحاسدین اس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں، مگر اللہ اپنے دین اور اس پر قائم رہنے والوں کا محافظ ہے۔

۲۷/اکتوبر ۲۰۱۱ء کو شہزادہ سلطان بن عبدالعزیز کے انتقال کے بعد آپ کو ولی عہد اور النائب الاول لرئیس مجلس الوزراء منتخب کیا گیا تھا، کئی اہم اداروں کے آپ سرپرست تھے، جن میں ایک عالمی ادارہ "جائزة الأمير نايف العالمية للسنة النبوية والدراسات الإسلامية المعاصرة" ہے اس ادارہ نے ماضی قریب میں حفظ حدیث کا ایک عظیم الشان مقابلہ منعقد کیا جس کے تقسیم انعام کی تقریب ریاض کے گورنر امیر سطام بن عبدالعزیز کے زیر صدارت منعقد ہوئی۔

اللہ تعالی آپ کے درجات کو بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے اور مملکت توحید سعودی عرب کی حفاظت فرمائے اور خادم الحرمین الشریفین اور آل ملک عبدالعزیز کو صدمہ کی اس گھڑی میں صبر وسلوان عطا فرمائے، آمین۔

☆ **حرمین شریفین کو تباہ کرنے کا امریکی منصوبہ بے نقاب:** دنیا بھر کو مذہبی رواداری اور اعتدال پسندی کا ڈھول پیٹنے والے امریکہ کی مذموم وناپاک سازش طشت از بام ہوگئی، جس کا خلاصہ ولب لباب یہ ہے کہ امریکی فوجیوں کو تربیت دی جارہی تھی کہ امریکہ کے دشمن دہشت گرد نہیں بلکہ مذہب اسلام ہے، جس سے حتمی جنگ لڑنے کے لیے انہیں تیار ہونا چاہئے، اور فوجیوں کے ایک کورس میں انہیں اس حد تک تیار کیا جارہا تھا کہ بالآخر ایک دن مکہ اور مدینہ پر ہیروشیما اور ناگاساکی جیسے حملے کرکے اسے نیست ونابود کرنا پڑے گا۔ اس کورس کے منظر عام پر آجانے کے بعد اس سلسلے میں عالمی سطح پر ہنگامہ برپا ہونے کے اندیشہ کے پیش نظر امریکہ نے فوری طور پر اس ناپاک کورس پر پابندی لگادی ہے۔ (راشٹریہ سہارا لکھنؤ ۱۲/۵/۲۰۱۲ء)

☆ **عرب یونین کے قیام کی تجویز:** سعودی عرب نے مشرق وسطی میں تیز رفتار تبدیلی کی لہر کے پیش نظر خطہ کے حکمرانوں کو ایک نئی توانائی دینے کی غرض سے خلیج فارس کے اپنے پڑوسیوں کے ساتھ مل کر ایک فیڈریشن کے قیام کی تجویز پیش کی ہے، انڈین یونین کی طرح عرب یونین کے قیام کو عملی جامہ پہنایا جانا نہایت ہی خوش آئند بات ہوگی، جو صرف خطۂ عرب ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے لیے ایک طاقتور آواز بن سکتا ہے۔ (راشٹریہ سہارا لکھنؤ: ۱۷/مئی ۲۰۱۲ء)

☆ **امام حرم کا لکھنؤ کا چھ روزہ دورہ مکمل:** امام حرم ڈاکٹر شیخ خالد بن علی الغامدی از یکم تا ۷/مئی لکھنؤ کا اپنا ۶/روزہ دورہ مکمل کرکے مورخہ ۲۰۱۲/۵/۷ کو علی الصباح ام القری کے لیے روانہ ہوگئے، آپ کی آمد کے استقبال سے لیکر الوداعی رسومات تک تمام امور سرکاری اعزاز اور آپ کے شایان شان انجام پذیر ہوئے۔ علماء کے علاوہ ریاستی حکومت کے وزراء نے بھی کافی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ (راشٹریہ سہارا لکھنؤ: ۲۰۱۲/۵/۸ء)

☆ **عازمین حج کا کوٹہ تقسیم:** ممبئی حج برائے ۲۰۱۲ء کے لیے مختص کوٹہ کی ۸/مئی کو تقسیم کاری عمل میں آئی، مسلم آبادی کے تناسب سے تمام ریاستوں میں عازمین حج کا کوٹہ تقسیم کردیا گیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ۲۰۱۲ء کے لیے ملکی سطح پر ۳/لاکھ بارہ ہزار درخواستیں پر ہوئیں ہیں، جبکہ حج کمیٹی آف انڈیا کے توسط سے ہندوستانی عازمین حج کا کوٹہ مجموعی طور پر ایک لاکھ ۲۵/ہزار ہے، جس میں سے ایک لاکھ چودہ ہزار تقسیم کیا گیا ہے، بقیہ ۱۱/ہزار سیٹیں حکومت ہند نے اپنے پاس رکھی ہیں جو حکومت کے توسط سے تقسیم کی جائیں گی۔

☆☆☆

میدان محشر

سالک بستوی/ایم اے
جامعۃ الاصلاح، غوری، سدھارتھ نگر

ڈرو اللہ کے اس دن سے جب یہ ماجرا ہوگا اکٹھا ہوگی خلقت عالم محشر بپا ہوگا
زمیں کانپے گی ٹوٹیں گے ستارے جبکہ گردوں کے مہ وخورشید کا نقشہ عجب بدلا ہوا ہوگا
جلال حق کے آگے سر جھکے گا سر بلندوں کا پیمبر، پیر، غازی سب پہ حق کا دبدبہ ہوگا
جدھر دیکھوگے ہوگا ایک عالم نفسی نفسی کا جسے دیکھا نہیں ہے اس خدا کا سامنا ہوگا
تپش ہوگی قیامت کی پریشاں ہوگا ہر انساں پسینے میں تناسب سے عمل کا ڈوبنا ہوگا
پرائے کام کیا آئیں گے اپنے ساتھ چھوڑیں گے سبھی کے سامنے اپنے کئے کا جائزہ ہوگا
وہاں انصاف کی کرسی پہ ہوگا رب دو عالم تمہارے سامنے سارے عمل کا آئینہ ہوگا
وہ نیکی ذرہ بھر ہو یا بدی ذرہ برابر ہو ترازو میں عمل کے سب کو اس دن تولنا ہوگا
فقط گنج عمل کی پوچھ ہوگی دوستو اس دن نہ رشوت کام آئے گی نہ دولت کا مزا ہوگا
جزا کا ہوگا دن کوئی سفارش ہو نہیں سکتی خدا کا حکم ہر شاہ وگدا کو ماننا ہوگا
جلے گا کوئی دوزخ میں کوئی جنت میں خوش ہوگا شہنشاہ حقیقی کا اٹل ہر فیصلہ ہوگا

تمنا ہے اگر گلزار عقبی کی بہاروں کی
تو سالکؔ جام تقوی تم کو پی کے جھومنا ہوگا

☆☆☆

باب الفتاوی

سوال: (۱) نماز میں سورہ فاتحہ کی آیت: غير المغضوب عليهم ولا الضآلين کے بعد بالجہر آمین کہنا سنت سے ثابت ہے؟

(۲) نماز میں بحالت سجدہ پاؤں رکھنے کا صحیح ومسنون طریقہ کیا ہے؟ واضح فرمائیں۔

الجواب بعون اللہ الوھاب وھوالموفق للصواب:

جواب: (۱) صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ جہری قرأت والی نماز میں سورہ فاتحہ کی آیت "غير المغضوب عليهم ولا الضآلين" پڑھ لی جائے تو امام سمیت تمام مقتدیوں کو بیک وقت جہری طور پر بلند آواز سے آمین کہنا مسنون ہے، اس سلسلہ میں ذخیرۂ احادیث کے اندر متعدد احادیث صحیحہ موجود ہیں۔

چنانچہ مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "ان رسول الله ﷺ قال: إذا قال الإمام: "غير المغضوب عليهم ولا الضآلين" فقولوا آمين، فإنه من وافق قوله قول الملائكه غفر له ما تقدم من ذنبه" (صحيح البخارى، كتاب الاذان، باب جهر المأموم التامين ح ۷۸۲)

یعنی اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ جب امام غیر المغضوب علیھم ...... پڑھے تو تم لوگ آمین کہو، جس کی آمین فرشتوں (کراما کاتبین) کی آمین سے موافق ہوگئی تو اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

سید المحدثین امام بخاریؒ نے اس کا جو باب قائم کیا ہے اس سے آمین بالجہر کا واضح طور پر ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "كان رسول الله ﷺ إذا قرأ ولا الضآلين قال آمين، ورفع بها صوته" (صحیح سنن ابی داود، کتاب الصلاۃ، باب التامین وراء الامام ح ۸۲۴)

یعنی رسول اللہ ﷺ جب آمین کہتے تو اونچی آواز سے آمین کہتے۔ ایک دوسری روایت جو کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ: "سمعت النبي ﷺ قرأ "غير المغضوب عليهم ولا الضآلين" قال آمين ومد بها صوته" (صحیح سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التامین ج ۱ ص ۷۹، ح ۲۰۵)

یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا آپ نے غیر المغضوب علیھم والضآلین پڑھا اور آمین کے ساتھ اپنی آواز کو لمبی کیا۔ یعنی زور سے کہا۔

صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب جہر الامام بالتامین، باب نمبر (۱۱۱) میں ہے کہ "أمن ابن الزبير ومن وراء ه حتى ان للمسجد للجة" یعنی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے مقتدیوں نے اس قدر بلند واونچی آواز سے

آمین کہی کہ مسجد گونج ولرز گئی۔''

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "عن النبي ﷺ قال ما حسدتكم اليهود على شيء ما حسدتكم على السلام والتامين" (صحیح سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب الجہر بآمین ح ۶۹۷، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۶۹۱) یعنی تمام مومنین کی اماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہودی جس قدر سلام اور آمین (بالجہر) پر حسد کرتے ہیں اس قدر کسی چیز پر حسد نہیں کرتے''۔

تمام روایات سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ جہری قرأت والی نماز میں آمین بالجہر کہنا مسنون عمل ہے۔ آپ ﷺ اس پر عامل تھے اور صحابہ کرامؓ بھی آپ کی اقتداء میں ایسا ہی آمین بالجہر کرتے تھے، اور ہمیں بھی کرنا چاہئے۔

(۲) دوران سجدہ دونوں پنجوں اور ایڑیوں کو ملا کر کھڑا رکھتے ہوئے پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھیں۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ: "فقدت رسول الله ﷺ ليلة من الفراش، فالتمسته، فوقعت يدى على بطن قدمه، وهو فى المسجد وهما منصوبتان ......" (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ما یقام فی الرکوع والسجود ح ۴۸۶)

یعنی ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو بستر سے غائب پا کر تلاش کیا تو تلاش کرتے وقت میرا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے قدموں کے تلووں پر لگا، آپ سجدہ میں تھے اور آپ کے قدم مبارک کھڑے تھے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ: "فقدت رسول الله ﷺ وكان معي على فراشي، فوجدته ساجدا راصا عقبيه، مستقبلا بأطراف أصابعه القبلة...... الخ" (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ص ۳۵۱، کتاب الصلاۃ باب ضم العقبین فی السجود ح ۶۵۴)

یعنی میں نے آپ ﷺ کو سجدے کی حالت میں اس طرح پایا کہ آپ ﷺ اپنی ایڑیوں کو ملا کر انگلیوں کے سروں کو قبلہ رخ کئے ہوئے تھے۔

اوپر مذکور تمام دلائل صحیحہ سے یہ مسئلہ بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ حالت سجدہ میں دونوں پیروں کی ایڑیاں مل کر رکھڑی رہیں گی اور دونوں پیروں کی انگلیاں قبلہ رخ رہیں گی۔

اللہ رب العالمین تمام مسلمانوں کو سنت ثابتہ کے مطابق نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

هذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب

ابوعفان نورالہدی عین الحق سلفی مالدہی

استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

☆☆☆